الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہ فیض حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ محمد حامد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی

(حیات وخدمات: اِک جائزہ)

......☆ مؤلف ☆......

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

برقی اشاعت: دعوۃ القرآن

www.dawatulquran.net

انتساب

دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ

کے لاکھوں عقیدت مندوں کی عقیدتوں کے نام

نیاز مند: ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

کلمۂ دعوۃ

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی دنیاے اسلام کے عظیم رہِ نما، قطبِ زمانہ، مرجع العلماء و الخلائق، رہبرِ شریعت وطریقت، غزالیِ دوراں، رازیِ زماں، بافیض مدرس، پُرخلوص داعی، عظیم فقیہہ، مفسر، محدث، خطیب، مفکر، دانش ور، تحریک آفریں قائد، مایہ ناز مصنف ومحقق اور بلند پایہ نعت گو شاعر اور گوناگوں خصوصیات کے مالک تھے۔ آپ عالمِ اسلام کی مشہور شخصیت امام احمد رضا بریلوی کے فرزندِ اصغر تھے۔

آپ نے اپنے عہد میں ملتِ اسلامیہ کی ہر اعتبار سے رہنمائی کا فریضۂ خیر انجام دیا۔ آپ کی اصلاحی وروحانی، دینی وعلمی، ادبی وتدریسی اور سیاسی وسماجی خدمات کا دائرۂ کار کافی وسعت اور ہمہ گیریت رکھتا ہے۔ آپ کے کارہاے نمایاں میں سب سے اہم یہ ہے کہ آپ نے اپنے دور میں اہل سنت کے شیرازے کو متحد و یکجا رکھا۔ آپ کی شخصیت مرجع عوام وخواص تھی۔ علما وفقہا اور مختلف خانقاہوں کے مشائخ آپ کو اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے تھے۔

پیشِ نظر کتاب "مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی (حیات وخدمات: اِک جائزہ)" کی برقی اشاعت کرتے ہوئے "دارالقرآن" خوشی ومسرت محسوس کرتا ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی نے مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی نعتیہ شاعری پر جو بسیط مقالہ براے پی ایچ ڈی تحریر کیا تھا اسی سے اخذ کرتے ہوئے اس کتاب کو خوانِ مطالعہ پر سجایا جارہا ہے۔ اس میں حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ کی ایک حسین جھلک اور آپ کی علمی، ادبی، سیاسی اور تدریسی خدمات کا نظارا آپ کرسکتے ہیں۔

اپنے موضوع کے لحاظ سے پیشِ نظر کتاب قدرے اجمال سمیٹے ہوئے ہے۔ اگر کوئی محقق چاہے تو مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی خدمات کے حوالے سے مستقبل میں یونی ورسٹی لیول پر تحقیق کرسکتا ہے۔

دعوۃ القرآن

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بموقع عرس نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی

(حیات وخدمات:اِک جائزہ)

مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی کا شجرۂ نسب۔ایک نظر میں

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی ہندوستانی مسلمانوں کے ایک مذہبی رہِ نما گذرے ہیں۔آپ عالم اسلام کی مشہور شخصیت امام احمد رضا محدث بریلوی (م 1921ء) کے فرزند اصغر تھے۔آپ کا خانوادہ کئی صدی پیش تر سے اسلامی علوم وفنون کا مرکز ومحور رہا ہے۔آپ تقویٰ وطہارت میں بلندیِ کردار سے متصف تھے۔مرجعِ فتاویٰ تھے۔ملتِ اسلامیہ کے قائد ورہ بر تھے۔ذیل میں آپ کا شجرۂ نسب پیش کیا جاتا ہے۔جس کی ابتدا حضرت سعیداللہ خان صاحب سے کی جارہی ہے جو عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے اور قندھار سے سلطان شاہ محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔اعلاانتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومت وقت نے انھیں ’’شش ہزاری‘‘ کے منصب سے سرفراز کیا تھا۔لاہور کا ’’شیش محل‘‘ آپ ہی کی جاگیر تھی۔آپ کے صاحب زادے سعادت یار خاں صاحب ہیں جو سلطانِ وقت کے وزیر مالیات تھے ان کی امانت داری اور دیانت داری کو دیکھ کر سلطان محمد شاہ نے ضلع بدایوں کے کئی مواضعات انھیں عطا کیے جو آج بھی اس خاندان کے حصے میں ہیں۔سعادت یار خاں صاحب کے تین فرزند محمد معظم خاں صاحب، محمد اعظم خاں صاحب اور محمد مکرم خاں صاحب ہوئے۔ان میں محمد اعظم خاں صاحب بھی وزارتِ اعلا کے عہدے پر فائز تھے ،مگر کچھ عرصہ بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبک دوشی حاصل کرلی اور زہد واتقا، ریاضت و

روحانیت کی جانب مکمل طور پر مائل ہوگئے آپ ہی کی ذات والا مرتبت سے قندھار کے اس خانوادے میں علم وفضل اور زہد واتقا کا بول بالا شروع ہوا۔ حضرت نوریؔ بریلوی، محمد اعظم خاں صاحب ہی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ محمد اعظم خاں صاحب کے یہاں چار بیٹیاں تولد ہوئیں اور ایک فرزند حافظ کاظم علی خاں ہوئے، جن کی آل میں تین صاحب زادیاں اور تین بیٹے امام العلماء رضا علی خاں صاحب، حکیم تقی علی خاں صاحب اور جعفر علی خاں صاحب تولد ہوئے۔ حافظ کاظم علی خاں صاحب کے بیٹوں میں امام العلماء رضا علی خاں صاحب کی اولاد میں مولانا نقی علی خاں صاحب اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ مولانا نقی علی خاں صاحب کے یہاں تین بیٹے امام احمد رضا، مولانا حسن رضا، محمد رضا اور تین صاحب زادیاں پیدا ہوئیں۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، مولانا نقی علی خاں صاحب کے بڑے بیٹے امام احمد رضا خاں صاحب کے فرزندِ اصغر ہیں۔ حضرت نوریؔ بریلوی کے بڑے بھائی مولانا حامد رضا خاں صاحب اور پانچ بہنیں مصطفائی بیگم، کنیز حسن، کنیز حسنین، کنیز حسین اور مرتضائی بیگم ہیں۔ حضرت نوریؔ بریلوی کے یہاں ایک بیٹے انوار رضا خاں صاحب ہوئے جو کم سنی ہی میں انتقال فرما گئے علاوہ ازیں آپ کی چھ بیٹیاں ہوئیں، جن کے اسمائے گرامی نگار فاطمہ، انوار فاطمہ، برکاتی بیگم، رابعہ بیگم، ہاجرہ بیگم اور شاکرہ بیگم ہیں۔

حیاتِ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی

(1310ھ 1893ء تا 1402ھ/ 1981ء)

ولادت:

تحقیق ومطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی دنیاے اسلام کے عظیم رہنما، قطبِ زمانہ، مرجع العلماء والخلائق، رہبرِ شریعت وطریقت، غزالیِ دوراں، رازیِ زماں، با فیض مدرس، پُرخلوص داعی، عظیم فقیہہ، مفسر، محدث، خطیب، مفکر، دانش ور، تحریک آفریں قائد، مایۂ ناز مصنف ومحقق اور بلند پایہ نعت گو شاعر اور گونا گوں خصوصیات کے مالک تھے۔ آپ عالمِ اسلام کی مشہور شخصیت امام احمد رضا بریلوی کے فرزندِ اصغر تھے۔ آپ کا خاندان علم وفضل، زہد واتقا اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کی ولادت 22/ ذی الحجہ 1310ھ بمطابق 7 جولائی 1893ء بروز جمعہ بہ وقتِ صبح صادق آپ کے چچا استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کے دولت کدہ پر، واقع رضا نگر، محلہ سوداگران، بریلی، یوپی، (انڈیا) میں ہوئی۔ (2)

اسم گرامی:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کا پیدایشی اور اصل نام "محمد" ہے۔ آپ کا عقیقہ اسی نام پر ہوا۔ غیبی نام "آلِ رحمٰن" ہے۔ پیرومرشد نے آپ کا پورا نام "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" تجویز فرمایا اور والدگرامی نے عرفی نام "مصطفیٰ رضا" رکھا۔ فنِ شاعری میں آپ اپنے پیرومرشد شیخ المشائخ سید شاہ ابوالحسین نوریؔ میاں مارہروی نوراللہ مرقدہٗ (م 1324ء) کی نسبت سے اپنا تخلص "نوریؔ" فرماتے تھے۔ عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ ہر خاص وعام آپ کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ (3)

مشہورترین لقب:

یوں تو آپ کو علم وفضل کی بنیاد پر بہت سارے القاب سے نوازا گیا، مگر جس لقب کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی وہ ہے "مفتیِ اعظم"۔ اس کی تفصیل آگے پیش کی جائے گی۔

ولادت سے قبل بشارت:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی ولادت سے پہلے والد ماجد امام احمد رضا بریلوی اپنے پیرومرشد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی (م 1297ھ) کے مزارِ پاک کی زیارت اور سید المشائخ سید شاہ ابوالحسین نوری مارہروی (م 1324ھ) سے ملاقات کے لیے مارہرہ مطہرہ تشریف لے گئے تھے۔اس موقع پر جو واقعات ہوئے اس کی الگ الگ روایتیں سامنے آئی ہیں،مگر ان میں فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمن رضوی کی وہ روایت جسے آپ نے مولانا سید شاہد علی رضوی رام پوری سے بیان کیا، بہ ایں معنی قابلِ ترجیح ہے کہ مفتی صاحب موصوف نے اس کو خود مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کی زبانی سماعت کیا ہے۔سید شاہد علی رضوی تحریر فرماتے ہیں :

> ''22/ ذی الحجہ 1310ھ کی شب میں تقریباً نصف رات تک امام احمد رضا قدس سرہ اور سید المشائخ حضرت نوری میاں قدس سرہ کے درمیان علمی مذاکرات رہے۔پھر دونوں اپنی اپنی قیام گاہوں میں آرام فرما ہوئے۔اسی شب عالمِ خواب میں دونوں بزرگوں کو حضرت مفتی اعظم کی ولادت کی نوید دی گئی اور نومولود کا نام 'آل الرحمن' بتایا گیا۔خواب سے بیداری پر دونوں بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کیا کہ بہ وقتِ ملاقات مبارک باد پیش کروں گا۔۔۔۔۔۔۔۔فجر کی نماز کے لیے جب دونوں بزرگ مسجد پہنچے تو مسجد کے دروازے پر ہی دونوں بزرگوں کی ملاقات ہو گئی اور وہیں ہر ایک نے دوسرے کو مبارک باد پیش کی ۔فجر کی نماز کے بعد سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ نے امام احمد رضا سے ارشاد فرمایا:
>
> 'مولانا صاحب! آپ اس بچے کے ولی ہیں ۔اگر اجازت دیں تو میں نومولود کو داخلِ سلسلہ کرلوں'......امام احمد رضا قدس سرہ نے عرض کیا: 'حضور غلام زادہ ہے اسے داخلِ سلسلہ فرمالیا جائے'......سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ نے مصلا ہی پر بیٹھے بیٹھے مفتی اعظم کو غایبانہ داخلِ سلسلہ فرمالیا۔حضرت سید

المشائخ نے امام احمد رضا کو اپنا عمامہ اور جبہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

'میری یہ امانت آپ کے سپرد ہے جب وہ بچہ اس امانت کا متحمل ہوجائے تو اسے دے دیں۔ مجھے خواب میں اس کا نام 'آل الرحمن' بتایا گیا ہے۔لہٰذا نومولود کا نام 'آل الرحمن' رکھیے۔ مجھے اس بچے کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔ میں پہلی فرصت میں بریلی حاضر ہوکر آپ کے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔''

دوسرے روز جب ولادت کی خبر مارہرہ پہنچی تو سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ نے نومولود کا نام 'ابوالبرکات محی الدین جیلانی' منتخب فرمایا۔۔۔۔۔امام احمد رضا قدس سرہ نے ساتویں روز ''محمد'' نام پر بیٹے کا عقیقہ کیا۔(4)

متذکرہ واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت جل شانہٗ کے نیک طینت اور پاک باز بندوں پر عنایاتِ الٰہیہ سے غیبی طور پر آیندہ پیش آنے والے امور منکشف ہوجاتے تھے۔ مفتیِ اعظم قدس سرہ کی ولادت کی خبریں جن بندگانِ خدا نے دیں وہ اپنے عہد کے قطب اور مجدد ہیں۔ انھیں نفوسِ قدسیہ کی بشارتوں کا یہ ثمرہ ہے کہ مفتیِ اعظم قدس سرہ کا نام آج دنیاے اسلام کے افق پر روشن و منور ہے۔

بیعت وخلافت:

6/ ماہ بعد جب 25 جمادی الثانی 1311ھ کو سید المشائخ سید شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی (م 1324ھ) بریلی تشریف لائے تو مفتیِ اعظم قدس سرہ کو اپنی آغوش میں لے کر دعاؤں سے نوازا اور چھ ماہ تین دن کی عمر میں ہی آپ کو داخلِ سلسلہ فرما کر تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔ اور دورانِ بیعت ارشاد فرمایا کہ :

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا، یہ بچہ ولی ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گم راہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔''(5)

سید المشائخ نے حلقۂ بیعت میں لینے کے بعد قادری نسبت کا دریاے فیض بنا کر ابوالبرکات محی الدین جیلانی کو امام احمد رضا کی آغوش میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مبارک ہو آپ کو یہ، قرآنی آیت...... ''و اجعل لی وزیرا من اھلی'' کی تفسیر مقبول ہو کر آپ کی گود میں آ گئی ہے......'' آل الرحمن۔ محمد۔ ابولبرکات۔ محی الدین جیلانی۔ مصطفیٰ رضا'' (6)

بزرگوں کے اقوال سے یہ بات مذکور ہے کہ جب کسی شخص میں محاسن کی کثرت ہوتی ہے تو اس کا ہر کام تشنۂ توصیف ہوتا ہے؛ اور لوگ ایسی جامع الصفات شخصیت کو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی کے نام میں پہلی نسبت رحمن سے ہے، دوسری نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، تیسری نسبت غوث اعظم علیہ الرحمہ سے ہے اور چوتھی والد گرامی امام احمد رضا بریلوی سے ہے۔ اگر چہ یہ اہتمام تو اکابر نے اپنی بالغ نظری سے کیا مگر دنیا نے اس منبعِ خیر و فلاح سے قریب ہو کر جب فیوض حاصل کیا تو لوگ اپنے جذبۂ ستایش پر قابو نہ پا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ مختلف مبارک ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔

تعلیم کا آغاز:

جب مفتیِ اعظم قدس سرہ نے ہوش و خرد کی منزل میں قدم رکھا تو آپ کو زیورِ علم اور تہذیبِ اخلاق سے آراستہ کرنے کے لیے والدِ ماجد امام احمد رضا بریلوی کے قائم کردہ مدرسہ ''منظرِ اسلام'' میں داخل کرایا گیا۔ آپ نے مدرسہ کے مختلف اساتذہ سے کسبِ علم کیا مگر آپ کی تربیت میں سب سے زیادہ دخل آپ کے برادرِ اکبر مولانا حامد رضا خاں بریلوی (م 1362ھ/ 1943ء) کا رہا، انھوں نے اس ہیرے کو خوب خوب تراشا ہر زاویے سے دیکھا پرکھا اور جب قوم کے روٗ بہ روٗ کیا تو بڑے بڑوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، بعد اس کے آپ نے اپنے والدِ گرامی امام احمد رضا بریلوی سے اکتسابِ فیض کیا۔ ابتدا ہی سے ذکاوت و نکتہ سنجی، جودتِ طبع، فکر و خیال کی بلندی، حصولِ علم میں کد و کاوش نمایاں رہی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں برادرِ اکبر مولانا حامد رضا خاں بریلوی، مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری (م 1361ھ)، مولانا سید شاہ بشیر احمد علی گڑھی، مولانا ظہور الحسین فاروقی رام پوری (م 1342ھ) علیہم الرحمۃ کا شمار ہوتا ہے۔

تعلیم سے فراغت:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ نوریؔ بریلوی نے 1328ھ/1910ء میں بہ عمر اٹھارہ سال خداداد ذہانت، ذوقِ مطالعہ، لگن ومحنت اور اساتذۂ کرام کی شفقت ومحبت، والد گرامی امام احمد رضا بریلوی کی کامل توجہ اور مرشد گرامی حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کی روحانی عنایات کے نتیجے میں جملہ علوم وفنون، منقولات ومعقولات پر عبور حاصل کیا اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے فراغت پائی۔(7)

علوم وفنون:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ کے بعد یہ خیال تقویت پاتا ہے کہ برِ صغیر ہند وپاک میں علومِ عقلیہ ونقلیہ کی جتنی مشہور سندیں ہیں۔ آپ کا سلسلۂ تلمذ اُن سب کا جامع ہے۔ ذیل میں ان علوم وفنون کی فہرست پیش کی جاتی ہے جو آپ نے ''بریلوی سلسلۂ تلمذ'' کے واسطے سے نہ صرف حاصل کیے بل کہ ان میں انھیں مہارتِ تامّہ وکاملہ بھی حاصل رہی۔(1)علم تفسیر(2)علم حدیث(3)اُصول حدیث(4)فقہ(جملہ مذاہب)(5)اصول فقہ (6)علم الفرائض(7)جدل(9)عقائد(10)کلام(11)نحو(12) صرف(13)معانی(14) بیان (15) بدیع (16) منطق (17) مناظرہ (18) فلسفہ(19)تکسیر(20)ہیئت (21)حساب(22)ہندسہ(23)قراءت(24)تجوید(25)تصوّف(26)سلوک(27) اخلاق (28)اسماء الرجال(29)سِیَر(30) تاریخ (31) لغت (32) ادب (عربی، فارسی، اردو)(33)عروض وقوافی(34)توقیت(35)اوفاق(36)فنِ تاریخ و اعداد (37)جفر (38)ریاضی وغیرہ۔ (8)

علوم وفنون کی یہ کثرت مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی کے علوے مرتبت پر دلالت کرتی ہے۔ ان علوم فنون کو آپ نے خالص اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا وخوش نودی اور دین و مذہب کی ترویج واشاعت کے لیے حاصل کیا۔ مذکورہ بالا علوم وفنون آپ نے جن سلاسل سے حاصل کیے اور امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو جن 25 سلاسل اولیا وسلاسل قرآن وسلاسل حدیث کی

اجازت مرحمت فرمائی ان اسناد کے نقشے حضرت نوریؔ بریلوی کی حیات و خدمات پر لکھی گئی کتب بالخصوص ''خلفاے مفتیِ اعظم''میں شامل ہیں۔

خلافت واجازت :

تعلیم وتربیت سے فراغت کے بعد آپ کے والدِ ماجد امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے آپ کو جمیع اوراد ووظائف اور جملہ سلاسلِ طریقت کی خلافت واجازت عطا فرمائی۔

عقدِ مسنون:

امام احمد رضا بریلوی کے برادرِ اصغر مولانا محمد رضا صاحب کی اکلوتی صاحب زادی سے مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کا عقدِ مسنون 1911ء میں ہوا۔جن کو مخدومۂ اہل سنت کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، جو 16 جمادی الثانی 1405ھ/ 1985ء کو وصال کر گئیں۔

اولاد:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی اولاد میں ایک صاحب زادہ محمد انور رضا خاں تولد ہوئے افسوس! جو کم سنی ہی میں انتقال فرما گئے اور آپ کے یہاں چھ صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، جن کو آپ نے نہایت شفقت ومحبت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرتِ طیبہ کے مطابق تربیت دی اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے ہوئے اپنی صاحب زادیوں کو پارۂ جگر تصور کیا۔اُن کی پرورش وپرداخت میں حقِ پدری ادا کیا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے نواسوں میں ہر کوئی ''ہر گلے را رنگ وبوے دیگر است'' کے مصداق گلشنِ اسلام کا بے خزاں شگفتہ پھول تصور کیا جاتا ہے۔

حج وزیارت:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کو تین مرتبہ حجِ بیت اللہ شریف اور زیارتِ مواجہہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ نے پہلا حج 1364ھ/ 1945ء میں اور دوسرا حج 1366ھ/ 1948ء میں ادا کیا۔ان دونوں حج وزیارت کے دوران پاسپورٹ میں فوٹو کی قید نہیں تھی۔ جب آپ نے تیسرا حج اپنی زوجۂ محترمہ کے ہم راہ 1391ھ/ 1971ء میں ادا کیا تو اس وقت پاسپورٹ میں فوٹو لازمی ہو گیا تھا لیکن آپ کا یہ حج اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ

نے بغیر فوٹو کے حج کی سعادت حاصل کی۔ اس معاملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ تقویٰ وطہارت کی کس بلند منزل پر فائز تھے اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل میں آپ کتنے غیور تھے۔(9)

نقش سراپا:

جب آپ کے حسن و جمال اور نقش سراپا پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نقش ونگار پر جو خامہ فرسائی آپ کے شاگرد وخلیفہ جناب مفتی سید شاہد علی رام پوری نے کی ہے اُنھیں کے حوالے سے معمولی حذف واضافہ کے ساتھ دیگر مصنفین نے نقل کیا ہے۔ لہٰذا اسی روایت کو اعتبار کا درجہ حاصل ہے۔ ذیل میں آپ کا سراپا مفتی موصوف کی زبانی خاطر نشین ہو :

> ''رنگت سرخی مائل سفید، قد میانہ، بدن نحیف، سر بڑا گول اس پر عمامہ کی بہار، چہرہ گول روشن وتاب ناک نور برساتا ہوا جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے، پیشانی کشادہ، بلند تقدس کا آثار لیے ہوئے، بھویں گنجان ہالہ لیے ہوئے، پلکیں گھنی بالکل سفید ہالہ نما، آنکھیں بڑی بڑی کالی چمک دار گہرائی و گیرائی لیے ہوئے، رخسار بھرے بھرے گداز روشن جلال و جمال کا آئینہ، ناک متوسط قدرے اٹھی ہوئی، مونچھ نہ بہت پست نہ اٹھی ہوئی، لب پتلے گلاب کی پتی کی طرح تبسم کے آثار لیے ہوئے، دنداں چھوٹے چھوٹے ہم وار موتیوں کی لڑی کی طرح جب تبسم ریز ہوتے، کان متناسب قدرے درازی لیے ہوئے، گردن معتدل، سینہ فراخ کچھ روئیں لیے ہوئے، کمر خمیدہ مائل، ہاتھ لمبے لمبے جو سخاوت وفیاضی میں بے مثل، کلائیاں چوڑی روئیں دار، ہتھیلیاں بھری ہوئیں گداز، انگلیاں لمبی لمبی موزوں کشادہ، پاؤں متوسط، ایڑیاں گول موزوں۔''(10)

خصوصیات:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی حیات وخدمات کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ آپ گونا گوں خصوصیات اور متنوع صفات کے حامل تھے، آپ کی ہمہ جہت خوبیوں میں تین خوبیاں انتہائی نمایاں اور ممتاز ہیں :

(1) عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ آپ کے خانوادے کا طرۂ امتیاز ہے۔

(2) تقویٰ۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے عہد میں اور بعد بھی دور دور تک تقویٰ میں کوئی آپ کا مثیل و نظیر نہیں۔

(3) تفقہ فی الدین (دین کی سمجھ)۔ یہ وہ امتیازی وصف ہے جس میں آپ اپنے معاصرین مفتیانِ کرام کے مقابلہ میں سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ اسی سبب سے آپ کو ''مفتیِ اعظم'' کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔

علاوہ ازیں آپ نے ہمیشہ آلِ رسول کا احترام کیا، غیر محرم عورتوں کو کبھی بھی بے پردہ نہیں دیکھا نہ ہی کبھی غیر محرم عورتوں کو بے پردہ مرید کیا، بے شرع کو سخت فضیحت اور شریعت مطہرہ پر قائم رہنے کی نصیحت کی، آپ نے تاحیات نماز کی ادائیگی میں پاسداری اختیار کی، حتیٰ کہ نمازِ تہجد اور دیگر نوافل پر بھی مداومت کی، طہارت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ وضو سے رہتے ہوئے بھی ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے ، ڈاکٹروں کی ممانعت پر بھی آپ نے حالتِ بیماری میں وضو کیا، انگریزی اشیا، دوات، دوائیں اور دیگر کو کبھی بھی استعمال نہ کیا، آپ کی طبیعت میں مہمان نوازی کا جذبہ نہایت بلند تھا، گویا مہمان کو آپ خدا کی رحمت سمجھتے تھے اور ہر کس وناکس سے شفقت و محبت کا سلوک کرنا آپ کی منکسر المزاجی کو ظاہر کرتا ہے۔ غرض یہ کہ آپ سراپا خلوص و محبت تھے۔

وصال:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی تاعمر اہلِ اسلام کو اپنے علمی، روحانی اور عرفانی فیوض سے مالامال فرماتے رہے۔ اللہ رب العزت کی مرضی و مشیت کے مطابق علم و فضل اور زہد و اتقا کا یہ روشن ستارہ 92 / برس کی عمر میں 14 / محرم الحرام 1402ھ بمط 12 نومبر 1981ء بروز جمعرات شب ایک بج کر چالیس منٹ پر غروب ہو گیا۔ جوں ہی ریڈیو کے ذریعہ آپ کے وصالِ پُرملال کی خبر اکنافِ عالم میں نشر ہوئی، پورے عالمِ اسلام میں رنج و غم کی فضا چھا گئی۔ سارا ماحول سوگوار ہو گیا۔ مختلف ممالک سے آپ کے عقیدت مند، مریدین و متوسلین جوق در جوق اپنے اس عظیم روحانی رہِ نما کے آخری دیدار کے لیے بریلی جمع ہونے لگے۔ 15 / محرم الحرام 1402ھ بروز جمعہ صبح تقریباً

نو بجے آپ کے جسدِ خاکی کو غسل دیا گیا۔ صبح تقریباً دس بجے جنازۂ مبارک لاکھوں عشاق کی اشک بار آنکھوں سے خراجِ عقیدت و محبت وصول کرتا ہوا کلمۂ طیبہ اور درود و سلام کی پُر کیف و روحانی گونج میں کاشانۂ اقدس سے برآمد ہوا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب ہر دل تڑپ رہا تھا۔ ہر آنکھ برس رہی تھی۔ ہر فرد مغموم تھا گویا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو اپنے اس عظیم محسن کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے لیے بریلی میں امنڈ آیا تھا۔ تقریباً دوپہر سوا تین بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ جس کی امامت پیرِ طریقت مولانا سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی الملقب بہ سرکار کلاں کچھوچھوی نے کی۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق نمازِ جنازہ میں تقریباً پانچ لاکھ اور جلوسِ جنازہ میں تقریباً بیس لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ حکومتِ وقت کے وزرا اور بیرونِ ملک کے سفرا و مشاہیر بھی بریلی حاضر ہوئے۔ تقریباً ہر زبان کے ملکی و بین الاقوامی اخبارات و رسائل نے حضرت نوریؔ بریلوی کے وصالِ پُر ملال پر تعزیتی پیغامات شائع کیے۔ (11)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے مریدین ہندوستان، پاکستان کے علاوہ حجازِ مقدس، مصر، عراق، برطانیہ، افریقہ، امریکہ، ترکی، افغانستان، بنگلہ دیش، وغیرہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے علما، فضلا اور دانش وروں نے آپ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ آپ کے مریدین کی تعداد ایک کروڑ سے زائد ہے، روایتوں میں آتا ہے کہ بیش تر جن بھی آپ سے بیعت تھے۔ آپ کی علمی و ادبی اور سیاسی و تدریسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ اگلے صفحات پر آپ کی خدمات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

علمی خدمات

علم اور علما کی قرآن و حدیث میں بہت فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ دراصل علم سیکھنے اور سکھانے کا عمل ہے۔ علما کو انبیاے کرام علیہم السلام کا وارث بتاتے ہوئے خوف و خشیتِ الٰہی میں ان کو دیگر بندوں پر ممتاز قرار دیا گیا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ انبیاے کرام کی بعثت و نبوت کا بنیادی مقصد اسلام کی ترویج و اشاعت تھا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ رب العزت کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچایا۔ نبیِ آخرالزماں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ رب العزت نے نبوت و رسالت کا خاتمہ فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تمام تر ذمہ داریاں علماے امت پر عائد ہو گئیں۔ اور جب بھی اہلِ اسلام کسی ناگفتہ بہ صورتِ حال سے دو چار ہوئے یا اسلام کے خلاف دشمنانِ اسلام نے سازشیں کیں تو علماے کرام کی مقدس جماعت نے ان کا جواں مردی سے مقابلہ کرتے ہوئے مذہبِ اسلام کی صحیح تصویر پیش کی۔

ایک سچا اور حق پسند عالمِ دین اپنے افکار و نظریات اور رجحانات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھتا ہے۔ اس کے اقوال و اعمال اور عقائد کی اساس خلوص و للّٰہیت پر ہوتی ہے۔ اس کا دل و دماغ تجلیاتِ ربانی اور انوارِ محمدی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ کسی کی رُو رعایت نہیں کرتا۔ اس معاملے میں اس کا طریقۂ کار اس طرح ہوتا ہے کہ وہ اپنوں کے ساتھ ریشم کی طرح نرم و ملائم اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ فولاد سے زیادہ سخت بن جاتا ہے گویا حق بات کہنے میں اپنوں اور بے گانوں میں کوئی تفریق مدِ نظر نہیں رکھتا۔ دوستوں کی بے جا طرف داری سے گریز اور سچائی و صداقت کا برملا اظہار اس کا شعار ہوتا ہے۔ اس کی دوستی اور دشمنی دونوں اللہ کے لیے ہوتی ہے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی شخصیت ان اوصاف سے متصف تھی۔ علم و فضل اور زہد و اتقا کے سبب آپ کو اپنے عہد کے علما میں ممتاز اور نمایاں مقام حاصل رہا۔ آپ نے تمام تر چیزوں کو دینی نقطۂ نگاہ سے دیکھا اور جو چیز مذہب کی روشنی میں ہوتی تھی اس کو قبول کیا اور جو اس کے

خلاف ہوتی تھی اس کو ٹھکرادیا۔ آپ کی زندگی کے شب و روز کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ کی جملہ خدمات خواہ وہ علمی ہوں یا ادبی، سیاسی ہوں یا تدریسی ان تمام میں آپ نے مذہبِ اسلام کی ترویج و اشاعت کو مقدم جانا اور اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کو پیشِ نگاہ رکھا۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی علمی، ادبی، سیاسی اور تدریسی خدمات کا دائرہ کار وسیع وعریض ہے۔ اس موضوع پر اگر مفصّل قلم اٹھایا جائے تو ایک ضخیم مقالہ سپرد قرطاس کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے یہاں آپ کی علمی، ادبی، سیاسی اور تدریسی خدمات کا جائزہ اختصاراً پیش کیا جارہا ہے۔ آپ کے شاعرانہ کمالات کا جائزہ راقم نے اپنے تحقیقی مقالے ''مفتیِ اعظم کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' میں بالتفصیل لیا ہے۔ جس کے مطالعے سے قارئین مفتیِ اعظم کی نعتیہ شاعری کی خوبیوں اور محاسن کو سمجھ سکتے ہیں۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کو مختلف علوم وفنون پر دست رس حاصل تھی۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے۔ علمِ تفسیر، علمِ حدیث، علمِ فقہ اور دیگر علوم وفنون سے متعلق آپ کی خدمات یقیناً لائقِ صد آفریں ہیں۔ چوں کہ علمِ فقہ میں آپ کی خدمات انتہائی وسیع تر ہیں اور اسی کو جملہ خدمات میں ممتاز حیثیت حاصل ہے کہ اسی کے سبب آپ کو ''مفتیِ اعظم'' جیسے مہتم بالشان لقب سے نوازا گیا۔ چناں چہ اوّلاً اسی کو بیان کیا جاتا ہے۔

علمِ فقہ

فقہ و افتا: افتا کے معنی ہیں فتویٰ دینا۔ فتویٰ شرعی مسائل میں ماہر شریعت کے فیصلے کو کہتے ہیں۔ اور علم فتویٰ کو علم فقہ بھی کہتے ہیں۔ فقہ ایک نہایت عالی اور کامل فن ہے جو آغازِ اسلام ہی میں وجود میں آیا۔ افتا چوں کہ نہایت اہم اور ذمہ داری کا کام ہے۔ اس لیے ابتداے اسلام سے ہی اس کا ایک مخصوص محکمہ قائم تھا۔ جس کا نام ''محکمۂ افتا'' تھا۔ اس محکمہ میں اسلامی قوانین کے ماہرین جنہیں ''فقیہ'' کہا جاتا ہے۔ تشنگانِ علومِ دینیہ کی طرف سے پوچھے گئے مسائل کے جوابات دیا کرتے تھے۔ فقیہ کو عرف عام میں ''مفتی'' بھی کہا جاتا ہے۔

امتِ مسلمہ میں علماے دین کے دو طبقوں نے خاص طور پر اسلام کی خدمت نمایاں طور پر کی ہیں ۔ایک محدثینِ کرام کا طبقہ جس نے احادیثِ نبوی کی روایات اور ان کے بیان وضبط کا اہتمام فرمایا اور اسناد وغیرہ پر گہری نظر رکھی ۔دوسرا فقہا (مفتیان کرام) کا طبقہ جس نے قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی سے مسائل واحکام کا استنباط واستخراج کیا اور الفاظِ حدیث سے زیادہ معانیِ حدیث اور اس سلسلہ کے اصول وقواعد پر ان کی نظر مرکوز رہی ۔مفتیان کرام کا تعلق اسی دوسرے طبقہ سے ہے۔

خانوادۂ نوریؔ بریلوی میں افتا کی بنیاد

تیرہویں صدی ہجری میں مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے جدِ امجد امام العلماء مفتی رضا علی خاں بریلوی (م 1282ھ/ 1865ء) نے 1246ھ/ 1831ء میں بریلی میں مسندِ افتا کی بنیاد رکھی اور 1282ھ/ 1865ء تک فتویٰ نویسی کا گراں قدر کام انجام دیا۔آپ کے بعد آپ کے فرزند مولانا نقی علی بریلوی نے 1297ھ تک اپنے والدِ ماجد کی جگہ فتویٰ نویسی کا کام بہ حسن وخوبی انجام دیا اور مولانا نقی علی بریلوی نے اپنے والدِ گرامی کی طرح اپنے تمام صاحب زادوں کو زیورِ علم سے آراستہ کیا اور ان میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کو خصوصی طور پر علمِ فقہ سے بہرہ ور فرما کر فتویٰ نویسی کے لیے متعین کیا۔ 1293ھ/ 1876ء کو مولانا نقی علی نے امام احمد رضا کو فتویٰ نویسی کی کُلّی طور پر اجازت دی، امام احمد رضا بریلوی نے 1297ھ/ 1880ء سے 1340ھ/ 1921ء تک مسلسل فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دیں۔ آپ پوری دنیا کے مسلمانوں کے مرجع تھے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ آپ کے دارالافتاء میں برِّ اعظم ایشیاء، یورپ، امریکہ، افریقہ سے استفتا وارد ہوتے تھے اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو سوالات جمع ہو جایا کرتے تھے اور آپ تمام کا شافی وکافی جواب عنایت فرماتے تھے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے بھی اپنے آبا واجداد کی طرح اپنے صاحب زادوں کو فتویٰ نویسی کی خصوصی تربیت دی، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی اور مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی دونوں ہی اپنے وقت کے ممتاز فقیہ کہلائے۔آج بھی خانوادۂ رضویہ میں فتویٰ نویسی کا کام بہ حسن وخوبی انجام دیا جا رہا ہے۔جانشینِ مفتیِ اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری بریلوی زیبِ مسندِ افتا وارشاد ہیں۔

علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی فتویٰ نویسی کا آغاز

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ فتویٰ نویسی حضرت نوریؔ بریلوی کے خانوادے کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ اس فن کے امام کہے جاتے ہیں۔ آپ کے زمانے میں آپ جیسا تفقہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی ذات مرجع علماوخواص رہی۔ آپ کی اصابتِ رائے اور فکری گیرائی و گہرائی کی مثال ملنی مشکل ہے۔ مختلف مسائل پر آپ کے فتاوے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ جس کے کچھ نمونے ''فتاویٰ مصطفویہ'' کی شکل میں منظر عام پر آچکے ہیں۔ جو علوم ومعارف کے گہرہائے آب دار کہلاتے ہیں۔ آپ کی فتویٰ نویسی کی ابتدا کے بارے میں مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری لکھتے ہیں :

> ''مولانا ظفرالدین (بہاری) ومولانا سید عبدالرشید (عظیم آبادی) دارالافتاء میں کام کررہے تھے ایک دن آپ دارالافتاء پہنچے مولانا ظفرالدین فتویٰ لکھ رہے تھے، مراجع کے لیے اُٹھ کر فتاویٰ رضویہ المباری سے نکالنے لگے حضرت (نوریؔ بریلوی) نے فرمایا، نوعمری کا زمانہ تھا، میں نے کہا! فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا، اچھا! تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں، میں نے فوراً لکھ دیا، وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ یہ پہلا جواب تھا آپ کا یہ واقعہ 1328ھ کا ہے، اصلاح کے لیے اعلاحضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ صحت جواب پر امام اہل سنت بہت خوش ہوئے اور ''صحیح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب'' لکھ کر دستخط ثبت فرمایا۔ اور ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن عرف مصطفیٰ رضا'' کی مہر مولانا یقین الدین سے بنوا کر عطا فرمائی۔''(11)

بلاشبہ اسے فیضانِ نظر ہی کہا جاسکتا ہے کہ 18 ؍برس کی عمر میں بغیر کتاب کی مدد اور مشاہدے کے؛ فقط حافظے کی بنیاد پر قلم برداشتہ جواب لکھ دینا یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ چناں چہ یہ حُسنِ تربیت کا فیضان ہی تھا ورنہ مکتب کی کرامت میں یہ بات کہاں؟ اور یہ بھی عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے قلم سے جو پہلا فتویٰ صادر ہوا تو وہ بھی رضاعت ہی کا تھا اور جب ان کے فرزندِ سعید نے قلم اٹھایا تو پہلا مسئلہ جو قلم بند کیا وہ بھی مسئلۂ رضاعت ہی تھا۔ 18 ؍سال سے فتویٰ نویسی

کی ابتدا ہوئی تو پھر تا حیات یہ سلسلۂ خیر جاری رہا اور آپ کا یہی وہ نمایاں فن تھا، جس میں اس وقت برصغیر میں آپ کی نظیر نہیں۔

عکسِ مہر:

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے معاصر علماے کرام آپ کی علمی برتری اور تفوق کے قائل رہے۔ اختلاف کی صورت میں آپ کی جانب رجوع کیا جاتا، جس فتویٰ پر آپ کی مہرِ تصدیق ثبت ہوتی، اس میں کسی کو چوں چرا کی گنجایش نہیں رہتی، آپ کی راے سند اور قولِ فیصل کا درجہ رکھتی تھی۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے بعد اُمتِ مسلمہ جن مسائل سے دوچار ہوئی۔ ان مسائل کو آپ نے جس تحقیقِ انیق سے واضح کرتے ہوئے ان کا حل پیش کیا وہ آپ کی اعلا ترین اجتہادی صلاحیتوں اور فقہی بصیرتوں پر دلالت کرتے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں نشانِ خاطر ہوں :

(1) انجکشن سے روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ

روزہ رہتے ہوئے انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ جب پہلی بار مفتیانِ کرام کے سامنے آیا تو بیش تر حضرات متردّد رہے کچھ نے انجکشن لگوانے پر روزہ فاسد ہوجانے کا حکم دیا تو کچھ نے کہا گوشت میں انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، ہاں! رگ میں لگوانے سے روزہ فاسد ہوجائے گا کیوں کہ دوائیں گوشت سے معدہ تک پہونچتی ہیں وغیرہ۔ لیکن حضرت نوریؔ بریلوی نے کہا کہ:

> ''انجکشن گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں کسی صورت میں اس کی دوائیں معدہ تک منفذ کے ذریعے نہیں پہونچتی ہیں بل کہ مسامات کے ذریعہ پہونچتی ہیں، اس لیے روزہ فاسد نہیں ہوگا''(12) ملخصاً

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے فقہ کے ضابطے سے کہ ''اگر کوئی بیرونی چیز بغیر منفذ کے معدہ تک پہونچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا''۔ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے

گا؛ اس کی وضاحت فرمائی نیز آپ نے اس میں طبی نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھا اور پھر فتویٰ صادر کیا، اور ملتِ اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی۔

(2) چاند پر انسان کا پہنچنا

جب چاند پر پہلا قدم رکھنے کے لیے روس اور امریکہ ایک دوسرے پر سبقت اور اوّلیت لے جانے کی جدو جہد اور تگ و دو میں مصروف تھے تو چاند کو خدائی کا درجہ دینے والوں اور اس کی عبادت و پرستش کرنے والوں کے ساتھ ساتھ بعض مفتیانِ کرام بھی اسے روس اور امریکہ کا جنون اور بکواس قرار دے رہے تھے ان کا استدلال تھا کہ :

''چاند پر پہنچنے میں کامیاب ہونے کا خیال اسلامی اصول کے خلاف ہے۔''

بیش تر علمائے کرام گومگو کی کیفیت سے دو چار خاموش تھے لیکن مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے کہا کہ :

> ''جب چاند کی طرف نگاہ اُٹھائی جاتی ہے تو وہ آسمان کے نیچے دکھائی دیتا ہے۔ صحابیِ رسول رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کے مطابق سورج چاند اور ستارے سبھی زمین و آسمان کے درمیان مسخّر ہیں جیسا کہ تفسیرِ مدارک میں ہے۔
>
> **عن ابن عباس ان الشمس و القمر و النجوم کلھا مسخرات بین السماء و الارض** . . . الغرض مشاہدہ اور روایات دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ چاند آسمان کے نیچے ہے اور جب چاند آسمان کے نیچے ہے تو چاند پر پہنچنے سے آسمان پر پہنچنا کہاں لازم آتا ہے کہ چاند پر پہنچنا ممکن ہے اور اگر کسی مشینی ذریعہ سے انسان چاند پر پہنچ جائے تو اس سے اسلام کا کوئی اصول مجروح نہیں ہوگا۔''(13)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے اس فتویٰ سے جہاں آپ کی مجتہدانہ صلاحیت و قابلیت کا اظہار ہوتا ہے وہیں تفاسیر پر آپ کی وسعتِ نظری اور اسلامی اصولوں سے مکمل واقفیت و آگاہی کا اندازہ بھی لگتا ہے۔

(3) 29ر تاریخ کو ہوائی جہاز سے چاند دیکھے جانے کا مسئلہ

جنرل محمد ایوب خاں کے دورِ صدارت میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے علما کی شمولیت میں رویتِ ہلال کمیٹی قائم کی گئی اور سطحِ زمین سے چاند نہ دیکھے جانے کی صورت میں ہوائی جہاز سے چاند دیکھنے کی کوشش کرنا طے پایا۔ چوں کہ یہ مسئلہ فقہ کی کتابوں میں موجود نہیں تھا اس لیے دنیاے اسلام کے بڑے بڑے مفتیانِ کرام سے فتویٰ طلب کیا گیا تمام مفتیانِ کرام نے ہوائی جہاز سے 29ر کا چاند دیکھے جانے پر روزہ اور عید کرنا جائز قرار دیا مگر مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے فرمایا:

> ''چاند سطحِ زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں قاضیِ شرع شرعی ثبوت پر روزہ وعید کا حکم دیں گے۔ سطحِ زمین یا وہ جگہ جو سطحِ زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے چاند دیکھا جائے تو معتبر ہے، جہاز سے چاند دیکھا جانا معتبر نہیں۔ چاند نگاہوں سے پوشیدہ ہوجاتا ہے فنا نہیں ہوجاتا۔ اس لیے مزید بلندی پہ جایا جائے تو انتیس کے بجاے اٹھائیس کو بھی نظر آسکتا ہے اب اگر کوئی ہوائی جہاز سے اٹھائیس ہی کو چاند نظر آجائے تو روزہ وعید کا حکم دیا جائے گا؟''

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کا فتویٰ صادر فرمانا تھا کہ پاکستان کے تمام اخباروں نے جلی سُرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ حکومت نے 28ر تاریخ کو ہوئی جہاز اڑا کر اس کی تصدیق کرنا چاہی تو واقعی کافی بلندی پر جانے سے چاند نظر آ گیا۔ جس سے آپ کے فتویٰ کی صداقت کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہوا اور حکومتِ پاکستان نے ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کی کوشش ترک کردی۔ (14)

ان فتاووں کے علاوہ تصویر کھنچوانے کے جواز وعدمِ جواز، نیز لاؤڈ اسپیکر پر نماز ادا ہونے نہ ہونے سے متعلق اور دیگر سلگتے ہوئے مسائلِ جدیدہ میں آپ نے جس انداز سے تحقیق وتدقیق فرما کر مسئلہ کی صحیح صورت حال کو واضح کر کے حکم صادر فرمایا ہے ان سے آپ کی اعلاترین اجتہادی صلاحیتوں ،فقہی مہارتوں اور علمِ فقہ پر غیور مطالعے اور گہری نظر کا پتہ چلتا ہے۔

مفتیِ اعظم کا خطاب

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی اعلا فقہی بصیرت کو دیکھتے ہوئے ، امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے ساتویں عرس منعقدہ 25 رصفر المظفر 1347ھ اگست 1928ء کے عظیم الشان اجلاس میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی (برادرِ اکبر) سمیت غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے مفتیانِ کرام، علماے عظام اور مشاہیرِ قوم کی موجودگی میں آپ کو ’’مفتیِ اعظم‘‘ کہا گیا اور حضرت حجۃ الاسلام کے حکم سے منظور شدہ تجویزوں میں سے تجویز نمبر 3 میں آپ کو ’’صدر العلما‘‘ اور ’’مفتیِ اعظم‘‘ کا لفظ لکھا گیا۔(15)

اسی طرح آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ 27 تا 30 راپریل 1946ء بہ مقام بنارس کے تاریخ ساز اجلاس جس میں غیر منقسم ہندوستان کے پانچ سو مشائخِ عظام سات ہزار مفتیانِ کرام اور علماے فخام شریک تھے اس میں آپ کو بار بار ’’مفتیِ اعظم‘‘ کے لقب سے یاد کیا گیا اور اس کی مختلف تجویزوں میں ’’مفتیِ اعظم‘‘ لکھا گیا۔(16) تب سے حضرت نوریؔ بریلوی کو دنیاے اہلِ سنت عقیدت واحترام کے ساتھ ’’مفتیِ اعظم‘‘ کے معزز لقب سے یاد کرتی ہے، یہاں تک کہ جب کوئی ’’مفتیِ اعظم‘‘ کہتا ہے تو اس سے شہزادۂ اعلاحضرت علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی ہی مراد لیے جاتے ہیں۔

علمِ تفسیر

ایک کامیاب فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ کامیاب مفسر بھی ہو، آشناے رموزِ قرآنی اور مستند تفاسیر پر گہری نظر رکھتا ہو۔ کیوں کہ فتویٰ نویسی کے دوران مسائل کے استخراج اور استنباط اور استفتا کے جوابات میں بار بار قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کا سہارا لینا پڑتا ہے، مسئلہ کی مکمل توضیح وتشریح کے لیے قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر کرنا پڑتی ہے۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نہ صرف یہ کہ کامیاب مفتی تھے بل کہ علماے کرام اور مفتیانِ شرعِ متین کی کثیر جماعت نے آپ کو ’’مفتیِ اعظم‘‘ کے لقب سے نوازا تھا؛ بہ ایں طور دیکھا جائے تو مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کا مفسر ہونا یقینی ہے۔ چناں چہ آپ کی تصنیفات وتالیفات اور حواشی نیز فتاویٰ مصطفویہ کی مجلدات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ علومِ قرآنیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے

تھے نیز مستند تفاسیر پر آپ کی گہری نظر تھی اور آپ نے تفسیری حواشی بھی تحریر کیے، تفسیرِ احمدی پر آپ کا حاشیہ رضوی دارالافتاء بریلی شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی علمِ تفسیر پر دقتِ نظر کا اجمالاً مطالعہ کرتے ہیں۔ آپ کی بارگاہ میں سوال آیا :

''زید کا قول ہے کہ شراب تھوڑی پئیں کہ حدِ سکر کو نہ پہنچے امام شافعی کے نزدیک اس کا پینا جائز وحلال ہے یہ صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو مع حوالۂ کتب جواب عنایت ہو۔''

اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''زید کا قول حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا ہے اوس پر پہلی آن میں اپنی اس افترا سے توبہ اور رجوع لازم اوس نے اوس جلیل الشان رکنِ دین امامِ مسلمین پر افترا کیا لاحول ولاقوۃ......الخ......شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے''۔اس کے بعد آیتِ کریمہ **یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب** ......الخ ......کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''اور جس پلیدی محرم العین، جس کے دماغ میں عقل کا چراغ کچھ بھی روشنی دے رہا ہو وہ بھی یہ نہ کہے گا کہ کسی پلیدی کا کوئی قلیل حصہ حلال ہے کثیر حرام ہے بل کہ جو شَے عین نجاست ہو نجاست کا کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ پڑ جانے سے پاک شَے ناپاک ہوگئی جب تک وہ ناپاک رہی اوس وقت تک کوئی صحیح دماغ والا انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا کثیر حرام، قلیل حلال ہے شراب حرامِ قطعی ہے اوس کی حرمت کتاب وسنت اور امامِ امت سب سے ثابت۔'' ملخصاً (17)

اس کے بعد تفسیراتِ احمدیہ ص 243 کی عبارت پیش کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ زید کا قول حضرت امام پر نری تہمت ہے اس لیے اس پر توبہ لازم ہے۔

اس حوالے سے آپ کی علمِ قرآن اور تفسیر پر دقتِ نظر کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

ایک سوال ''ایسٹرن ٹائمز'' لاہور سے 1354ھ میں آیا:

''قرآن کریم اور احادیث مبارکہ وغیرہم سے یہ امر ثابت فرمادیجیے کہ تلوار رکھنا مسلم کے لیے ضروری ہے ایک انگریز اخبار نے چھاپا ہے کہ تلوار رکھنا مسلمانوں کا مذہبی شعار نہیں لفظ 'تلوار' صاف صاف آنا چاہیے۔''

اس کے جواب میں آیت کریمہ:

''واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط......الخ......اور آیت کریمہ:''یاایھاالذین اٰمنوا خذوا حذرکم... الخ......کو تحریر فرما کر اس کی روشنی میں واضح کیا کہ مسلمانوں کو حفظِ ما تقدم بہ نیتِ مغلوبیِ اعداے دین تلوار رکھنا روا ہے، اور پھر اس کی توضیح مزید میں تفسیراتِ احمدیہ کے حوالے دے کر مسئلہ روشن و صاف کیا ہے۔''(18)

اسی طرح ایک مسئلہ راے بریلی سے 25/محرم الحرام 1358ھ کو آیا جسے ملخصاً پیش کیا جارہا ہے......سوال یوں تھا کہ :

''جن عورتوں کو حیض ونفاس ہوتا ہے جب تک وہ پاک نہیں ہوتیں تب تک بعض بعض شخص ان کے ہاتھ کا کھانا اور ان کے ہاتھ کا چھوا پانی کھانے پینے سے اعتراض کرتے ہیں کیا ایسا ہی حکم شریعت میں ہے۔''

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے ارشاد فرمایا:

''جو لوگ ایسا کرتے ہیں ناجائز و گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور مشرکین کی پیروی کرتے ہیں بہ حالتِ حیض و نفاس صرف شرم گاہ سے استمتاع ناجائز ہے، مشرکین کی طرح ایسی عورت کو بھنگن سے بھی بدتر سمجھنا بہت ناپاک خیال''۔

اس کے بعد تفسیراتِ احمدیہ کی طویل عبارت نقل کرتے ہوئے مسئلہ کو واضح کیا ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے کہ :

''مسلمانوں پر لازم ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں انھیں سمجھائیں اور یہود و

مجوس و ہنود و عنود کی اس ناجائز موذی رسم کی پیروی سے روکیں اگر وہ جہالت پر جمیں اپنی ہٹ پر اڑیں ضد پر رہیں ان سے برادرانہ تعلقات چھوڑیں یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم** (19)

یوں تو علمِ قرآن و تفسیر کے حوالے سے مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تصانیف اور فتاووں سے درجنوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہاں اختصاراً صرف تین ہی مثال پر اکتفا کیا گیا ہے ۔آپ کی تصانیف میں تفسیر مدارک، معالم التنزیل، ابن کثیر، نیشاپوری، خازن، کبیر، لباب التاویل، ابن جریر، بیضاوی، صاوی، روح البیان، جلالین، احمدیہ، عزیزی، مظہری وغیرہ کتبِ تفاسیر کے حوالے بہ کثرت ملتے ہیں اس سے آپ کی مستند تفاسیر پر ژرف نگاہی کا ثبوت ملتا ہے۔

علمِ حدیث

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کامیاب مفتی وفقیہ کے لیے جس طرح علومِ قرآنی کا ماہر ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح اسے محدث اور حدیث داں ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ محدث کے لیے مفتی اور فقیہ ہونا ضروری نہیں۔ اس بات کو اگر ذہن نشین رکھا جائے اور علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی المعروف بہ مفتیِ اعظم کی حدیث دانی اور فنِ حدیث میں آپ کے رسوخ اور تبحر کو نہ بھی بیان کیا جائے تب بھی یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح فقہ میں آپ کا مقام ومنصب انتہائی اعلا ہے اسی طرح فنِ حدیث میں بھی آپ کا مقام ومرتبہ بلند وبالا ہے۔

ایک کامیاب مفتی کو فتویٰ نویسی کے دوران سائلین کے جوابات کے دوران جہاں آیاتِ قرآنیہ اور تفاسیر کے حوالے دینے پڑتے ہیں وہیں اپنے موقف کی وضاحت وصراحت کے لیے قدم قدم پر احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کا سہارا بھی لینا ہوتا ہے۔

اس تناظر میں اگر مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تصنیفات وتالیفات، حواشی اور فتاویٰ مصطفویہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ جہاں آپ اپنے عہد میں مفتیِ اعظم تھے وہیں محدثِ اعظم کے منصب پر فائز رہنے کے بھی حق دار ہیں۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تصنیفات، تالیفات اور فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان میں احادیث وآثار کی ایک حسین وجمیل دنیا آباد ہے۔ چناں چہ آپ کی محدثانہ

بصیرت پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے مشہور و معروف استاذِ حدیث مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری تحریر فرماتے ہیں :

''حضور مفتیِ اعظم کے بعض فتاوے دیکھ کر علمِ حدیث پر ان کی معلومات و وسعتِ نظر کا اعتراف واقرار کرنا پڑتا ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح فقہ کی باریکیوں پر آپ کی نظر گہری تھی ، اسی طرح علمِ حدیث کے آداب واصول سے بھی آپ کلی طور پر واقف وآگاہ تھے۔''(20)

اسی طرح مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی مسئلۂ اذانِ ثانی پر مشہورِ زمانہ تصنیف ''وقایۃ اہل السنۃ'' کا مکمل تجزیہ کرنے کے بعد ممتاز عالمِ دین رئیس القلم علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمۃ نے آپ کے محدثانہ مقام و منصب اور آپ کی فنِ حدیث میں گیرائی اور گہرائی پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے :

''فنِ حدیث میں حضور مفتیِ اعظم کے رسوخ وتبحر کو سمجھنے کے لیے وقایۃ اہل السنۃ کے اتنے اقتباسات ہی کافی ہیں ، ورنہ اس دریاے ناپیدا کنار کے تلاطم کا تو یہ حال ہے کہ بحث کے جس نکتے پر قلم اٹھتا ہے مختلف سمتوں میں اتنی دور تک پھیل جاتا ہے کہ اس کا سمٹنا مشکل ہے۔ ابنِ اسحاق کی حدیث پر حضور مفتیِ اعظم نے فنِ حدیث کے ایسے ایسے علمی ذخائر اور نوادر کا انبار لگا دیا ہے کہ عقل حیران ہے کہ ہم کس کس رُخ سے اس جلوے کا تماشا دیکھیں اور اس چمکتے ہوئے نگارخانے میں کس کس گوہرِ تاب دار کی نشاندہی کریں...... حضور مفتیِ اعظم کو اب تک اپنے وقت کے عظیم فقیہِ اعظم اور مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے ایک فقید المثال اور وحید العصر کشورِ افتا کی حیثیت سے جانتے تھے ، لیکن وقایۃ اہل السنۃ کے مطالعہ کے بعد ہر انصاف پسند کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ صرف مفتیِ اعظم نہیں تھے بل کہ وہ اپنے دور میں فنِ حدیث کے امامِ اعظم تھے۔''(21)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی فتویٰ نویسی میں طرزِ استدلال بھی اپنے اندر

انفرادیت اور جامعیت کا درجہ رکھتا ہے۔ استدلال کے طور پر آپ پہلے آیاتِ قرآنیہ، پھر احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم، پھر کتبِ فقہ کی عبارات ونصوص، پھر اقوالِ ائمہ وعلما پیش کرتے ہیں۔ یقیناً ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جو علومِ اسلامیہ کا ماہر وفاضل ہو اور ان علوم وفنون پر جس کی فکر سلیم ہو اور غیور نظر ہو۔ فتاویٰ مصطفویہ اور آپ کی دوسری تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ ومشاہدہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے درج ذیل کتبِ احادیث اور کتبِ شروحِ احادیث کو زیرِ مطالعہ رکھا ہے اور ان کتب کے حوالے آپ کی تحریرات میں بہ کثرت ملتے ہیں۔ مثلاً :

''بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، خصائصِ نسائی، مشکوٰۃ، مرقات شرحِ مشکوٰۃ، اشعۃ اللمعات، مسندِ امامِ اعظم، موطا امام محمد، موطا امام مالک، کتاب الآثار، کتاب الخراج، شرح معانی الآثار، مسند امام شافعی، مسند امام محمد، سنن دارمی، بیہقی، مسند امام احمد بن حنبل، کنز العمال، مقدمہٗ اصولِ حدیث، مختار الاحادیث، حصن حصین، طبرانی، مستدرک، معجم الکبیر، جامع کبیر، جامع صغیر، کتاب الترغیب، خصائص کبریٰ، صحیح البہاری، عینی شرح بخاری، فتح الباری شرح بخاری، دارقطنی، شرح السنۃ وغیرہ''۔

چناں چہ جس فقیہ کے فتاویٰ اور تصانیف میں اس قدر کثرتِ تعداد کے ساتھ کتبِ احادیث کے حوالے ملتے ہوں وہ فقیہ ہونے ساتھ ساتھ بجاطور پر ایک باخبر حدیث داں اور محدث کہلانے کا واجب طور پر مستحق ہے۔ اسی طرح آپ کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' جو کہ 644؍ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں 375؍ مسائل ہیں مگر ان میں احادیث کی کل تعداد 357؍ تک ہے۔ اس میں دیگر مفتیان کے مقابلہ میں مسائل کی تعداد کی نسبت سے احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ نے ایک ایک سوال کے جواب کو دلائل و براہین سے مزین و آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنیہ کے بعد کہیں 38؍ احادیث، کہیں 25؍ احادیث، کہیں 20؍ احادیث، کہیں 15؍ احادیث تو کہیں 10؍ 10؍ احادیث بھی پیش فرمائی ہیں بل کہ بعض فتاوے تو ایسے بھی ہیں جن میں آپ نے درجنوں احادیث سے استدلال کیا ہے اس سے آپ کے محدثانہ مقام ومنصب اور علمِ حدیث میں وسعتِ نظر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آخر میں مثال کے طور پر ایک استفتا فتاویٰ مصطفویہ سے نقل کیا جاتا ہے جس میں مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی سے سوال کیا گیا کہ :

''زید کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں ہے اور یہ کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے؟''

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے اس سوال کے جواب میں دس آیاتِ قرآنیہ، دس احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پیش فرمائیں، پھر کتبِ فقہ کی عبارات واقوالِ ائمہ سے اسے مزین وآراستہ کیا :

قرآنِ عظیم کی آیات کے بعد آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے ثبوت میں یہ احادیث پیش فرمائی ہیں :

(1)ان اللّٰہ قدر فع لی الدنیا و انا انظر الیھا و الی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ (زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا اٹھائی یعنی میرے پیشِ نظر فرمادی اور جو کچھ اس میں روزِ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔

(2)اخبر ناعن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم

(مشکوٰۃ، ص 506، کتاب بدء الخلق وذکر الدنیا، الفصل الاول)

ہمیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے اور جہنمیوں کے اپنے اپنے منازل میں داخل ہونے تک کی خبر دی۔

(3)اللّٰہ زوی لی الارض فرا ءیت مشار قھا و مغاربھا

(مشکوٰۃ، ص 512، فضل سید المرسلین، الفصل الاول)

اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشارق ومغارب کو ملاحظہ فرمالیا۔

(4)تجلی لی کل شئی و عرفت

(مشکوٰۃ، ص 72، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الاول)

ہر چیز مجھ پر روشن ہوئی اور میں نے پہچان لیا۔

(5)علمت مافی السمٰوٰت والارض (مشکوٰۃ، ص70)

میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(6)قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ما کان و مایکون

میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا تو میں نے جان لیا ما کان و ما یکون کو جو کچھ ہونے والا ہے سب کو۔

(7)مامن شئی کنت لم ارہ ال و قد را ءیت فی مقامی ھذا حتی الجنۃ و النار

(بخاری، ج1، ص18)

جو چیز میں نے نہیں دیکھی تھی انھیں میں نے اپنی اس جگہ پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی دیکھا۔

(8) تجلی لی مابین السمآو الارض

آسمان و زمین کے درمیان کی ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی۔

(9) علمت مابین المشرق و المغرب

مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ میں نے جان لیا۔

(10) اخبر نا بما کان و بما ھو کائن فاعلمنا احفظنا (مسلم، ج2، ص390)

جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تو ہم میں زیادہ علم والا وہ جسے زیادہ یاد رہا۔

الغرض آیات و احادیث و دیگر دلائلِ شرعیہ سے جواب واضح کرنے کے بعد مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

’’آیات و احادیث جن سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور بھی ہیں مگر منکرین کے دس انکار کے مقابل دس آیات و احادیث پر بس کریں۔‘‘(22)

فنِّ تاریخ گوئی

علمِ تفسیر، علمِ فقہ، علمِ حدیث، اصولِ حدیث وغیرہ علوم وفنون کی طرح مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی فنِ تاریخ گوئی میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور اس فن میں بھی مثالی حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کی بیش تر تصانیف کے نام قریب قریب تاریخی ہیں۔ وجوبِ حج کے سلسلے میں آپ کی ایک کتاب ہے؛ ''حجۃ واہرہ بوجوبِ الحجۃ الحاضرہ (1344ھ)'' اس کا نام تاریخی ہے اس کا سنِ تصنیف 1344ھ ہے۔ اسی طرح ''القول العجیب فی اجوبۃ التثویب'' یہ بھی تاریخی نام ہے جو 1339ھ کی تصنیف ہے۔ دیوانِ نعت ''سامانِ بخشش'' کا نام بھی تاریخی ہے۔ آپ نے اس کا دوسرا نام'' گلستانِ نعتِ نوری'' رکھا، اس لیے کہ یہ دیوان 1347ھ سے 1354ھ کے درمیان مکمل ہوا دونو ں سن کے حساب سے آپ نے اس کے دو نام رکھے ''سامانِ بخشش عرف گلستانِ نوری''۔

علاوہ ازیں اور بھی کئی تصانیف ہیں جن کے نام تاریخی ہیں۔ مریدین ومعتقدین کے یہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو حضرت سے تاریخی نام دریافت کرتے آپ فوراً بتا دیتے بعد میں جب اس نام کے تاریخی اعداد جوڑے جاتے تو وہ ایک دم صحیح اور تاریخی ہوتے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد (م 1382ھ) کے وصال پر صوفی اقبال احمد نوری بریلوی نے ماہ نامہ ''نوری کرن'' کا خاص نمبر شائع کیا جس کے لیے انھوں نے حضرت سے تاریخِ وصال کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کل صبح بعد نمازِ فجر آنا۔ صوفی صاحب موصوف دوسرے دن بعد نمازِ فجر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت بیٹھک میں بیٹھے وظیفہ میں مشغول تھے انھیں اشارہ سے بیٹھنے کو کہا بعد فراغتِ وظیفہ ایک کاغذ لیا اور صرف بیس منٹ میں حسبِ ذیل لوحِ تاریخ وصال لکھ کر عطا کر دی۔

لوحِ تاریخِ وصال (1382ھ)

آہ میرا روشن چاند جاتا رہا (1382ھ)

غروبِ مہ صلحا (1382ھ)

فیضانِ تام (1382ھ)

فیضانِ اتم (1382ھ)

منبعِ کرم مقبولِ عصر امیر العلماء (1382ھ)

آئینۂ اسرارِ مقصود آفاقِ زین و دانش (1382ھ)

مشہورِ انام پیشوا چارہ سازِ بیکساں (1382ھ)

ہادیِ بُستان رہبرِ اسلام نور الہدیٰ (1382ھ)

مولٰینا الاوحد الاسدُ الاسعدُ الارشد بحرِ علم (1382ھ)

سعادت مآب مولوی سردار احمد صاحب (1382ھ)

ذکی و محدثِ باکمال (1382ھ)

رضی عنہ مولاہ الصمد (1382ھ)۔

لوحِ تاریخِ وصال کے اس استخراج میں ایک اور خوبی یہ ہے کہ ''لوحِ تاریخِ وصال'' کے اعداد بھی 1382ھ ہیں جو کہ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا سنِ وصال ہے۔ اسی ''نوری کرن'' میں منظوم تاریخِ وصال بھی نوریؔ بریلوی نے مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی رقم فرمائی، یہ نظم 33 ر اشعار پر مشتمل ہے، جس کے تین اشعار جن میں تاریخِ وصال درج ہے خاطر نشین ہوں ؎

مر گیا فیضان جس کی موت سے
ہائے وہ ''فیض انتما'' جاتا رہا 1382ھ

''یا مجیب اغفر لہٗ'' تاریخ ہے 1382ھ
کس برس وہ رہنما جاتا رہا

دیو کا سر کاٹ کر نوریؔ کہو
'' چاند روشن علم کا جاتا رہا'' 1382ھ

تصنیفات و تالیفات اور حواشی

علمی خدمات کے ضمن میں تصنیفات و تالیفات اور حواشی کا ذکر بھی غیر ضروری نہ ہوگا۔ یوں تو بعض تصانیف ادبی خدمات کے زمرے میں بھی آتی ہیں۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے تمام قلمی جواہر پارے آپ کی علمیت و صلاحیت اور فقہی بصیرت و ژرف نگاہی کے منہ بولتے نادر نمونے اور شاہ کار ہیں۔ آپ نے اپنی گونا گوں اور متنوع مصروفیات اور مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف اور حواشی کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ قلم میں مبدءِ فیاض نے بے پناہ قوت اور کشش ودیعت فرمائی تھی۔ زبان پُر اثر اور طاقت ور استعمال فرماتے۔ الفاظ اور روزمرہ محاورات کا برمحل استعمال کرتے۔ آپ کی تصنیف و تالیف اور حواشی سے متعلق مایۂ ناز ادیب مولانا افتخار احمد مصباحی رقم طراز ہیں :

> ’’وہ (مولانا مصطفی رضا نوریؔ بریلوی) ایک عظیم محقق و مصنف بھی ہیں، ان کی تحریر میں ان کے والدِ جلیل امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوب کی جھلک اور ژرف نگاہی نظر آتی ہے۔ تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی۔ فتاویٰ کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا انداز بھی۔ تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام سیوطی کی تلاش و جستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔‘‘ (23)

اللہ جل شانہ نے مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے قلم میں ایسی روانی دی تھی کہ مضامین کے سیلاب کو جواُن کے دماغ میں امنڈتا تھا اسے ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے کتاب و سنّت کے خلاف اگر کسی طرف سے آواز اُٹھتی تو بے تابانہ تعاقب کرتے اور بلا خوفِ لومۃ لائم احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیتے مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تصنیفات و تالیفات اور حواشی جواب تک تحقیق میں آئیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اشد الباس علیٰ عابد الخناس (1328ھ)

(2) الکاوی فی العاوی والغاوی (1330ھ)

(3) القشم القاصم للداسم القاسم (1330ھ)

(4) نورالفرقان بین جندالالٰہ واحزاب الشیطان (1330ھ)

(5) وقعات السنان فی حلقۃ مسماۃ بسط البنان (1330ھ)

(6) الرمح الدیانی علیٰ راس الوسواس الشیطانی (1331ھ)

(7) وقایہ اہل سنۃ (1332ھ)۔

(8) الٰہی ضرب بہ اہل الحرب (1332ھ)

(9) ادخال السنان الیٰ الحنک الحلقی بسط البنان (1332ھ)

(10) نہایۃ السنان (1332ھ)

(11) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان (1332ھ)

(12) سیف القہار علیٰ عبدالغفار (1332ھ)

(13) نفی العار من معائب المولوی الغفار (1332ھ)

(14) النکۃ علیٰ مراۃ کلکتہ (1332ھ)

(15) مقتلِ اکذب واجہل (1332ھ)

(16) مقتلِ کذب وکید (1332ھ)

(17) الموت الاحمر علیٰ کل الجنس اکفر (1337ھ)

(18) ملفوظات (چار حصے) (1338ھ)

(19) الطاری الداری لہفوات عبدالباری (تین حصے) (1339ھ)

(20) القول العجیب فی جواب التثویب (1339ھ)

(21) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد (1341ھ)

(22) حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ (1342ھ)

(23) القسورۃ علیٰ ادوار الحمر الکفرۃ (1343ھ)

(24) سامانِ بخشش عرف گلستان نعت نوری (1354ھ)

(25) فتاویٰ مصطفویہ

(26) شفاء العی فی جواب سوال بمبئی

(27) تنویر الحجہ باالتواء الحجہ

(28) وہابیہ کی تقیہ بازی

(29) مسائلِ سماع

(30) الحجۃ الباہرہ

(31) نور العرفان

(32) داڑھی کا مسئلہ

(33) ہشتادو بید بند بر مکال دیو بند

(34) طرد الشیطان

(35) سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی

(36) کانگریسیوں کا رد

(37) حواشی وتکمیلات الاستمداد

(38) حاشیہ تفسیرِ احمدی (قلمی)

(39) حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ (قلمی)

ادبی خدمات

تحقیق ومطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوریؔ بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ وہ مختلف اصنافِ ادب کے ماہر، صاحبِ طرز ادیب، مایۂ ناز انشا پرداز اور قادرالکلام نعت گو شاعر تھے۔ آپ کی تصنیف وتالیف اور حواشی میں بیش تر کتب ورسائل کو جب پیشِ نظر رکھتے ہیں تو بہت سارے ادبی پہلو سامنے آتے ہیں۔

الملفوظ کی ترتیب وتدوین، الاستمداد کی شرح وتکمیلات، سامانِ بخشش اور مختلف کتب ورسائل سے آپ کی ادبیت آشکار ہے۔ آپ کی تصنیفات میں اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں کا کثرت سے استعمال ہے۔ حضرت نوریؔ بریلوی کی شاعری سے متعلق تحقیقی جائزہ تو پیشِ نظر مقالے کا خاص موضوع ہے۔ یہاں صرف آپ کی نثر نگاری پر قدرے روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تصانیف جہاں اپنے فن کے اعتبار سے معرکہ آرا کہلاتی ہیں۔ وہیں زبان وبیان اور اسلوبِ نگارش کے اعتبار سے بھی اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ آپ نے انشائیے، خاکے اور مضامین بھی لکھے۔ جس میں اعلیٰ درجہ کی نثر نگاری کی جھلک سامنے آئی ہے۔ مسجع ومقفا عبارتیں بھی لکھیں۔ سیدھے سادھے جملے بھی لکھے۔ مگر ان میں بھی بلا کی پرکاری اور دلفریبی انگڑائیاں لیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بات میں بات پیدا کرنا، تشبیہ واستعارہ اور صنعتی گل بوٹے کھلانا آپ کی نثر نگاری کا اعلا نمونہ ہے۔ محدثِ اعظم پاکستان کے وصال پر ''وہ میرا چاند تھا'' کے عنوان سے ماہ نامہ نوری کرن، بریلی کے محدثِ اعظم نمبر 1382ھ میں آپ کا ایک مضمون شائع ہوا جو نثر نگاری کا ایک عمدہ نمونہ ہے :

> ''وہ میرا چاند تھا؛ جو بڑھتا ہی رہا کبھی نہ گھٹا جو اپنی گفتار......اپنی رفتار......اپنے کردار سے فتنوں......فسادوں......کفر وگمراہی کی گھٹا کو دفع کرتا رہا......کبھی گھٹاوں میں نہ چھپا......کتنی ہی دھولیں اڑیں......کتنا ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا......وہ چمکتا جگمگاتا ہی رہا......وہ میرے دین کا چاند تھا......دین کا چاند بڑھتا ہی رہتا ہے آسمانِ دنیا کے چاند کی طرح بار بار گھٹتا اور اترتا اور اتر کر غائب نہیں ہوتا......وہ میرا چاند

تھا؛ جس نے ملک میں بہت چاند روشن کیے۔''

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے علوم و معارف کا ایک بڑا ذخیرہ ''الملفوظ'' ہے جو ان کے ارشادات اور کلمات طیبات پر مشتمل ہے۔اس کو مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے چار حصوں میں جمع کیا، مکمل کتاب میں جابجا ادبی جواہر پارے نظر آتے ہیں، نثر اعلاترین ہے، اس کا مقدمہ مسجع ومقفا نثر نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔نشانِ خاطر کیجیے :

''یہاں جو دیکھا شریعت وطریقت کے باریک مسائل جن پر مدتوں غور وخوضِ کامل کے بعد ہماری کیا بساط بڑے بڑے سر پٹک کر رہ جائیں فکر کرتے کرتے تھک جائیں اور ہرگز نہ سمجھیں صاف لاعلمی کا دم بھریں وہ یہاں ایک فقرہ میں ایسے صاف فرما دیے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے اور حقائق ونکاتِ مذہب وملّت جو ایک چیستاں اور معمّہ ہیں جن کا حل دشوار تر ہے وہ یہاں حل فرما دیے جائیں تو خیال گذرا کہ یہ جواہرِ عالیہ اور زواہرِ غالیہ یونہی بکھرے رہے اور انھیں سلکِ تحریر میں نہ لایا تو اندیشہ ہے کہ وہ کچھ عرصہ بعد ضائع ہو جائیں۔''(24)

اسی طرح الاستمداد کے مقدمہ کی یہ عبارت بھی کتنی شگفتہ، سلیس، اور رواں دواں ہے:

''فضول قصوں، ناولوں کی نظمیں، نثریں دیکھتے پڑھتے گھنٹوں گزریں یہ بھی ایک مزہ دار نظم ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زینت ہے، قیامت قریب ہے۔اللہ حسیب ہے۔اس کا ثواب عظیم اور عذاب شدید ہے، دین کو جھگڑا سمجھنا مسلمانوں کی شان سے بعید ہے، تنہا یا دودو اطمینان سے۔انصاف یا ایمان سے۔دو تین بار سچے دل سے ایک ہی نگاہ دیکھ لیجیے مگر یہ کہ صاف بات میں نہ اینچ پینچ کی حاجت۔نہ اللہ جل وعلا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کسی کی رعایت۔''(25)

علاوہ ازیں امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی کتاب 'دوام العیش فی الائمۃ من القریش' کے مقدمہ میں جو مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے لکھا ہے اس میں ایسی ایسی عبارتیں ہیں جنھیں پڑھنے کے بعد قاری یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ کسی مولوی کے جملے ہیں؟ اس کی زبان ہے یا کسی صاحبِ

طرز ادیب یا قلم کار کی عبارتیں ہیں؟

''اگر چہ چہرۂ پُرنور، ماہتابِ صدق پر کذابوں کے کذب کی نہایت وحشت ناک تیرگیاں چھائیں، اور روے آفتابِ حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوف ناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراونی بدلیاں آئیں، مگر ہمارے قلوب بفضلہٖ تعالیٰ مطمئن تھے، ہم سمجھے ہوئے تھے یہ بھی کچھ روز کی ہَوا ہے، جو دم میں ہَوا ہے، آخر کار وہی ہُوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا۔ وہ دن آہی گیا کہ وہ تیرگی دور اور تاریکی کافور ہوئی، نورِ حق کا جگمگاتا، چمکتا دمکتا پُرنور چہرۂ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتے نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا جو اس کے حضور جم نہ سکا پتّا توڑ بھاگا، کب تک باطل حجابِ حق کو چھپائے تابہ کے جھوٹے نقابِ صدق کی آڑ کر سکے، آخر حق کی شعاعوں نے ان باطل پردوں کو خاکستر ہی کر دیا، جھوٹے نقابوں کو جلا ہی ڈالا اور دنیا کو اپنا جلوۂ جہاں تاب دکھا ہی دیا'' (26)

اس اقتباس میں ''<u>چہرۂ پُرنور، ماہتابِ صدق، روے آفتابِ حق، نقابِ صدق، حجابِ حق</u>'' وغیرہ جیسے تراکیب کے حُسن ''<u>وحشت ناک، خوف ناک، جگمگاتا، چمکتا، دمکتا</u>''، وغیرہ ہم آواز اور ہم وزن الفاظ نیز ''<u>تیرگیاں، تاریکیاں، جگمگاتا، چمکتا، دمکتا</u>'' وغیرہ مترادفات اور ''<u>کالی کالی</u>'' لفظ کے جوڑے وغیرہ کا سلیقہ مندانہ استعمال نے تحریر میں صوتی فضا بھر دی اور اسے جمال وجلال کا حسین امتزاج بنا دیا ہے۔ <u>کچھ روز کی ہوا</u>، اور <u>پتہ توڑ بھاگا</u> جیسے محاورات، <u>ہَوا</u>، <u>ہَوا</u> اور <u>ہُوا</u> کا استعمال ،...... ذرا یہ جملہ دیکھیے :

''کچھ روز کی ہَوا ہے، جو دم میں ہَوا ہے، آخر کار وہی ہُوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا۔ وہ دن آ ہی گیا''۔

''<u>کی</u>...... <u>روز</u>...... <u>ہَوا</u>...... <u>ہُوا</u>۔'' کی تکرار نے تحریر میں حُسن ولطافت پیدا کر دی ہے مزید یہ کہ تحریر میں استفہامیہ انداز بھی ہے، تشبیہات واستعارات کی جلوہ گری بھی۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی ایک مقفّا و مسجع تحریر دیکھیے اور اس میں لطیف طنز کا جلوہ بھی خاطر نشین کیجیے :

''یہ ہے آپ کی سندوں کا بھاگ...... یہ ہے آپ کے کمل کا باگ...... یہ ہے
آپ کی کتابوں کی قطار...... یہ ہے آپ کی روایتوں کی پکار ع
شرم بادت از خدا و رسول'' (27)

مذکورہ تحریر میں شعری فضا کے اہتمام کے ساتھ فارسی مصرع نے حُسنِ تحریر کو اور بھی دوبالا کردیا ہے۔ یہ اقتباس نشانِ خاطر کیجیے:

''وہ بے چارے ہیبت کے مارے، خاموش روپوش اور یہ چاری لگائے جاتے
ہیں۔ ہر بار منہ کی کھاتے ہیں۔ مگر مکر و کید سے کب باز آتے ہیں''۔

عبارت مقفّا بھی ہے اور ترکیب بند بھی۔ آوازوں کے جوڑوں نے جملے میں آہنگ برپا کردیا ہے۔ ''خاموش، روپوش، بے چارے، ہیبت کے مارے'' لائقِ دید ہیں۔ ''چاری لگائے جاتے ہیں ، ہر بار منہ کی کھاتے ہیں''۔ میں شعری ملاحت کا جلوہ دیدنی ہے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے تاعمر فتویٰ نویسی کی ،قرآن وحدیث سے تحریروں کو آراستہ کیا اور اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور نظامِ اسلام کے نفاذ و اشاعت اور ترویج و تشہیر کی سعی بلیغ فرمائی ،فقہ و فتویٰ اور دینی تحریرات میں فصاحت و استدلال لازمی جزو ہیں، ساتھ ہی ساتھ ایجاز و اختصار اور متانت و سنجیدگی بھی ضروری ہے۔

ایک سائل نے سوال کیا کہ :

''اصول کو اہلِ منطق اور اہلِ فلسفہ وحدتِ نظری اور عوام الناس نظمِ کائنات کہتے
ہیں، کیا اس طرح قائل نے نظمِ کائنات کو دائمی اور ابدی نہیں کہا؟''

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے اس کا جواب یوں دیا :

''قائل، نظمِ کائنات کو ابدی کہتا ہے نہ کائنات کو، کائنات کو نہ ابدی اور دائمی بتایا
نہ اس کے کسی لفظ سے مترشح۔ نظمِ کائنات اس نے انھیں اصولوں کا نام رکھا جن پر

نظامِ کائنات برقرار ہے۔ جن پر کائنات کا مدار ہے۔ رہا یہ کہ کن اصولوں کو وہ دائمی و مستحکم وابدی کہتا ہے یہ اس عبارتِ منقولہ میں نہیں وہ بھی منقول ہوتے تو ان کا حکم بتایا جاتا مگر ایسے اصول ہیں جنھیں ابدی کہہ سکتے ہیں مگر وہ بھی جواز کی بھی ہیں اور ابدی بھی ہمیشہ سے ہے اور ابدالآباد تک رہے گا۔ وہ اصل کیا ہے لاالٰہ الااللہ جس پر نظامِ کائنات کا مدار ہے جب عالم میں کوئی لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا جب ہی قیامت قائم ہوگی اور یہ نظامِ عالم درہم برہم اور عالم تہہ و بالا نیست و نابود ہو جائے گا۔ فنا کے گھاٹ اُتر جائے گا۔ تو اسے ابدی دائمی کہنے میں کیا حرج کہ قطعاً ابدی و دائمی ہے۔ اصول کے دائمی و ابدی ہونے سے نظامِ عالم ابدی و دائمی نہ ہو جائیں گے!'' (28)

غور کریں اس قدر فلسفیانہ اور زبردست دینی مسئلہ کو کس قدر آسانی کے ساتھ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے سمجھایا ہے کہ قوتِ استدلال اور منطقیانہ اندازِ بیان دیدنی و شنیدنی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایجاز و اختصار اور متانت و سنجیدگی کو بھی برقرار رکھا گیا ہے۔

طنز و نشتریت بھی ادب کا اہم جز ہے اس سے فن پارے میں لذت و ملاحت پیدا ہوتی ہے اور یہ اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ بھی ہے اور فسادات کو روکتا اور دور کرتا ہے۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے فرقہاے باطلہ کے پیشواوں، بدعقیدوں، مشرکوں، ملحدوں، اشتراکیوں، غیروں کی چال و جال میں آکر اسلامی عقائد اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے اپنوں اور بے گانوں نیز بے عمل مسلمانوں وغیرہ پر طنز و تعریض اور تنقید کی نشتر زنی کی ہے اور اپنی تحریروں کو نمکین حُسن کا پیکر بنا دیا ہے، چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے :

''نہ تم انھیں مسجدوں میں لے جاتے اور انھیں مسجد کے منبر پر مسلمانوں سے اونچا اٹھاتے، نہ تم ان کو واعظ بناتے، نہ تم ان کے فوٹو کھنچواتے، تصویر اترواتے، نہ تم یہ روزِ بد دیکھتے نہ اوروں کو دکھاتے۔ آج میدانِ ارتداد میں منشی رام، شردھانند کا وہ فوٹو جو جامع مسجد دہلی میں اس کے منبر پر بیٹھے ہونے اور لکچر دینے کا لیا گیا ہے، مسلمانوں کو دکھا دکھا کر مرتد کیا جا رہا ہے۔ شرم، شرم، شرم۔'' (29)

اسلام میں خلافت وامامت کے لئے ''قُرشیت'' شرط ہے مگر مولانا عبدالباری فرنگی محلی اس شرط کو نہیں مانتے تھے ان کے دادا مولانا عبدالرزاق صاحب نے بھی امامت وخلافت کے لئے ''قُرشیت'' کو لازمی قرار دیا اس پر مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی موصوف کو لکھتے ہیں طنز کا یہ لطیف مگر کاٹ دار انداز لائقِ دید ہے :

''اب فرمایئے! آپ حق پر ہیں یا آپ کے دادا اور وہ آپ کے جدِ اعلیٰ بحر العلوم دیکھیں تو آپ کیسے بات کے دھنی ہیں کہ اپنے بزرگوں پر بھی کوئی فتویٰ لگاتے ہیں یا نہیں یا یہ عنایت ہم غربا اور ائمہ وعلما پر ہے۔''(30)

اسی طرح علما کی بارگاہ کے بے ادب وگستاخ افراد پر کس طرح طنز کے ہلکے ہلکے نشتر چلائے ہیں :

''اے مدعیانِ علم وتہذیب وادب علما کی شان میں گستاخ نہ بنو، انھیں اپنے پر قیاس نہ کرو۔''(31)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے یہاں جملہ اقسامِ نثر کے تمام خوب صورت نمونے موجود ہیں۔ یہاں مزید ایک اقتباس خاطر نشین کیجیے:

''اللہ اللہ !اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اعلا نعمت ہے۔ سبحان اللہ! انھیں نفوسِ قدسیہ طاہرہ کے قدم کی برکت سے وہ عقدۂ لاینحل چٹکی بجاتے حل ہوجاتے ہیں جنھیں قیامت تک کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے جس سے کیسا ہی کوئی عقیل، مدبّر ہو، حیران رہ جائے، کچھ نہ بول سکے، جسے میزانِ عقل میں تول نہ سکے، اللہ اکبر! ان کی سیرت، ان کی صورت، ان کی رفتار، ان کی گفتار، ان کی ہر روش، ان کی ہر ادا، ان کا ہر ہر کردار، اسرارِ پروردگار عزّ مجدہٗ کا ایک بہترین مرقع اور بولتی تصویر ہے کہ یہ انفاسِ نفیسہ مظہرِ ذاتِ عُلیا وصفاتِ قدسیہ ہوتے ہیں۔''(32)

علاوہ ازیں اس طرح کی درجنوں نادر مثالیں مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی کے مکتوبات، تصنیفات، تالیفات، حواشی اور فتاواے مصطفویہ کے سیکڑوں صفحات پر جابہ جا جلوہ افروز ہیں جن سے آپ کی اعلا ترین ادبیت آشکار ہوتی ہے۔

ذیل میں آپ کی مختلف تصنیفات وتالیفات سے بلاتبصرہ چند ادبی جواہر پارے پیش کیے جاتے ہیں جن میں اعلا ترین نثر کے نمونے، مسجع ومقفا جملے اور روزمرہ محاورات کے استعمال ملتے ہیں ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے قلم نے تازگی وطرفگی کے گلہاے رنگارنگ کھلائے ہیں :

''حمد کی جان اس مالکِ عرش وفرش پر قربان۔جس نے صدق وحق کو پسند کیا اور اسے عزت دی اور اس سے اپنی حمد فرمائی کہ فرمایا۔من اصدق من اللہ قیلا۔اور فرمایا۔و من اصدق من اللہ حدیثا ۔اور ارشاد ہوا۔و اللہ یقول الحق و یھدی السبیل ۔اور کذب و باطل کو سخت مبغوض رکھا اور کذابوں پر لعنت بھیجی اور ان پر اپنا غضب اتارا کہ فرمایا۔لعنت اللہ علیٰ الکاذبین ۔حق کو باطل پر ہمیشہ غلبہ عطا فرمایا حق گو، راست بازوں کا منہ اجالا اور جھوٹے کذابوں، دروغ بافوں، ناپاکوں کا منہ کالا کیا جس نے ہمیں یہ پیارا پیارا روح افزا جاں فزا مژدہ سنایا۔قل جاءالحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔تم فرمادو! حق آیا اور باطل بھاگا اور باطل تو بھاگنے ہی کو تھا اور ہزاروں صلاۃ و لاکھوں تسلیمات کروروں تحیات زاکیات کی نچھاور اس کے مقدس رسول حبیب ومحبوب، طالب ومطلوب، دانائے کل غیوب، صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جنھوں نے فرمایا۔الصدق نجی و الکذاب یھلک سچ نجات دیتا ہے اور کذب ہلاکت کرتا ہے پھر ان کی آل واصحاب پر جنھوں نے امتیازِ حق وباطل کے لیے جان توڑ کوششیں فرمائیں اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کردیا۔''(33)



''ہاں تکفیر کرنے والے ان کے نزدیک خطاکار ہیں۔قصوروار ہیں۔مجرم ہیں گنہ گار ہیں۔ان کے خیال میں کفر کرنا کفر بکنا کچھ عیب نہیں کافر کہنا عیب ہے، جب تو کفر بکنے والوں کے طرف دار ہیں۔اور تکفیر کرنے والوں سے برسرِ پیکار ہیں۔کوئی کہتا ہے صاحب ان کے یہاں کفر کی مشین ہے جس میں رات دن کفر کے فتوے

ڈھلتے ہیں۔کوئی کہتا ہے اجی ساری دنیا کافر ہے بس یہ مسلمان ہیں۔ یہ بھی کافر وہ بھی کافر سب کو کافر کیے ڈالتے ہیں کوئی کہتا ہے یہ سب کو کافر کہتے ہیں انھوں نے اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا ہے بڑے تنگ نظر ہیں، بہت تنگ خیال ہیں۔‘‘(34)



’’یہ بے ادب و بے تہذیب، مدعیانِ تہذیب وادب، علما پر بے تہذیبی کا الزام لگاتے ہیں اور بے ادبی کا منہ آتے ہیں۔کہ یہ لوگ گالیاں سناتے ہیں۔مخلوقِ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ بہت سختیاں برتتے ہیں۔نہایت شدتیں کرتے ہیں۔ان کے اعتراض علما تک ہی نہیں رہتے بل کہ اللہ ورسول تک جاتے ہیں، علما ہی ان کی گندی گھنونی گالیوں سے ایذا نہیں پاتے ہیں بل کہ یہ کہہ کر اللہ ورسول تک ایذا پہنچاتے ہیں علما کیا فرماتے ہیں جنھیں یہ گالیاں بتاتے ہیں۔ بے تہذیبی ٹھہراتے ہیں۔علما تو وہی کہتے ہیں جو قرآن وحدیث انھیں سکھاتے ہیں۔ وہ اگر کافر کہتے ہیں تو اللہ و رسول نے کافر فرمایا۔‘‘(35)



’’اگر اس قسم کی آیات واحادیث لکھوں تو دفتر درکار ہے۔اور مدِ نظر اختصار ہے۔ اور ہے یہ کہ ع

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اور معاند کے لیے اوراقِ سماوات و ارض کے شواہد ناکافی۔غرض اتنا تو بفضلہٖ تعالیٰ ہر ادنا عقل والے پر روشن ہوگیا کہ علماے کرام متخلق باخلاق اللہ المنان ہیں۔ ہر طرح اس کے اور اس کے رسول کے تابعِ فرمان ہیں۔اور یہ ان کے دشمن اعداے دین ومذہب ومتبع خطوٰتِ شیطان ہیں۔والعیاذباللہ تعالیٰ۔اے عزیز! یہ مسئلہ بھی ایسا ہے جس کے لیے دلائلِ فقیہہ درکار ہیں۔اور اگر یہی اصرار ہے تو یہاں کب انکار ہے۔‘‘(36)



''کیا اب بھی جوازِ مزامیر کا بے سُرا راگ گائے جاؤ گے؟۔ کیا اب بھی بے وقت کی راگنی الاپے جاؤ گے؟ حضور سلطان المشائخ کے فرمانِ ذی شان کے آگے سرِ تسلیم جھکاؤ۔ اور اپنے غلط و باطل کہے پر پشیماں ہو اور شرماؤ۔ کیا حضور نے مزامیر کو ناجائز، حرام، ممنوع و معصیت نہ فرمایا؟ کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرما دیا؟ کیا خود صوفیہ کے لیے بار بار نہ فرما دیا کہ میں منع کر چکا ہوں؟ انھوں نے بُرا کیا۔ نامشروع کام کیا، معصیت کی، پھر یا رب! اب وہ کون سے صوفی ہیں جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں اور ہوں بھی تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لیے مزامیر حلال ہیں کیوں کر برمحل ہوگا؟۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (37)



''جو حکم انسانی قوت وطاقتِ بشری، وسعت واستطاعت سے باہر ہو وہ ہرگز حکمِ شریعتِ مطہرہ نہیں، جس حکم میں با قاعدہ اتلافِ جان واہلاکِ نفس ہو وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں یو ہیں جس حکم سے سوتے فتنے جاگیں فساد برپا ہوں وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہوسکتا اب یہی خود دیکھ لیں یہاں اس وقت حکمِ جہاد میں تکلیف مالایطاق ہے یا نہیں؟ اس میں فائدہ ہے یا مضرت؟ جانوں کی بلاوجہ ہلاکت یا حفاظت، فتنہ وفساد کی اشارت ہے یا اقامت؟ اس میں مسلمانوں کی عزت ہے یا ذلّت؟ یہ حکم قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر؟ ان امور پر غور کرنے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا، اصلا خفا نہ ہوگا کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں لڑنے کا حکم دینا سختی نہیں؟ اور تکلیفِ فوق الوسعت نہیں؟ کیا ایسوں کو جو ہتھیار چلانا بڑی بات ہے اٹھانا نہیں جانتے، جن کے وہم میں بھی کبھی نہیں گذرا کہ بندوق کس طرح اٹھاتے، تلوار کیوں کر تھامتے، مارتے، طمنچہ کیسے چلاتے ہیں،

جنہوں نے کبھی جنگ کے ہنگامے، لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے ہوں انھیں توپوں کے سامنے کردینا کچھ زیادتی نہیں؟ کیا ایسوں سے میدان کرانا اور ان کی جانیں مفت گنوانا عبث نہیں؟ کیا یہ فتنہ وفساد نہیں کہ مسلمانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں؟ اس سے بڑھ کر اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا؟۔'' (38)



''ہم کہتے ہیں اگر معاذ اللہ شریف سے بھی کوئی کفر بھی ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے کفر کا جب کہ امن پر کوئی اثر نہ ہوتا حج کیوں ناروا ہوتا؟ اب جب کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان سے صدورِ کفر تو کفر، فسق بھی بہ طریقِ ثبوتِ شرعی ثابت نہیں اور امن موجود؛ جوازِ حج کیوں مفقود؟ اتنی سی عبارت میں اکاذیبِ مضمون نگار کا انبار؛ اور اس کے افتراءات کا طومار۔'' (39)



''مضمون نگار صاحب یہ سمجھے کہ اتنی خیانتیں کر کے اب یہ عبارت ان کے مقصود کی مویّد ہوگئی۔ مگر خدا کا دھرا سر پر اُنھیں نصیبوں سے کیا خبر۔ عبارت اتنی کاٹ چھانٹ، لوٹ پوٹ پر بھی ان کے مقصود کے خلاف ہی ہے اور ان کی کج فہمی، ناسمجھی کا پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے، اس کا بیان ہم آگے کریں گے پہلے مضمون نگار کی چوریاں بتا دیں۔ سینہ زوریاں دکھادیں۔'' (40)



''تحریفیں بھی کیں، خیانتیں بھی کیں، مطلب خبط کرنے کو اوپر کی عبارت نیچے، نیچے کی اوپر بھی کی، یہ سب کچھ ہوا مگر للہ الحمد! وہ ستم زدہ عبارت وہی فرماتی رہی جو اس ستم سے پہلے فرما رہی تھی، یہ اپنی کج فہمی سے اسے اپنے حسبِ منشا بن جانا سمجھے

اور اسے نقل کرلائے اور نہ جانا کہ اس میں اب بھی ان کے لیے زہرِ ہلاہل سمِ قاتل ملا ہوا ہے۔‘‘(41)



’’ہر مسلمان مظلوم کی حمایت کی جائے گی بلکہ ہر مظلوم انسان کی حالت دل دکھاتی اور خواہ نخواہ حمایت پر لاتی ہے پھر یہ کہ حمایت ہمدردی ہی سے ہوتی ہے سلطان کو سلطان مان کر حمایت کی تو ان کی ہم دردی ہے۔ انھیں معزول کیا یہ بھی ان کی ہم دردی ہے۔ کہ وہ اپنے ملک سنبھال نہ سکے لہٰذا انھیں گوشۂ عافیت میں بٹھایا اپنے آپ ملک کا انتظام کیا اگر ہم دردی نہ ہوتی یہ ترک اللہ تعالیٰ انھیں اپنی ہزاروں نعمتوں سے نوازے اور ان کی تمام جائز مرادیں پوری فرمائے اپنے آپ کیوں زحمتیں گوارا کرتے کیوں مشقتیں اٹھاتے کس لیے مصیبتیں جھیلتے کاہے کو تکلیفیں برداشت کرتے سلطان کے ہم درد نہ ہوتے تو ان کا سارا ملک معاذ اللہ !سارا ملک غیروں کے قبضہ میں چلا جاتا ان کے کان پر جوں نہ رینگتی وہ خود ان کے ہاتھ میں پڑ جاتے انھیں خیال بھی نہ ہوتا کہ کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ وہ ہم درد تھے جب ہی تو انھیں درد ہوا ان کے ملک کی حمایت وحفاظت ان کی حمایت وحفاظت ہے۔‘‘ (42)

متذکرۂ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی قدس سرہ کی نثر اعلا پایے کی ہے۔ آپ کے قلم نے تازگی وطرفگی کے گلہاے رنگارنگ کھلائے ہیں۔ آپ کی نثر میں مسجع و مقفا عبارتیں بھی ہیں، سیدھے سادھے جملے بھی۔ تشبیہات واستعارات بھی ہیں اور صنعتوں کے گل بوٹے بھی۔ روزمرہ محاورات کا استعمال بھی ہے، اور ایجاز واختصار اور متانت وسنجیدگی بھی۔ اور کہیں کہیں عبارت کی طنز ونشتریت نے آپ کی نثر کو اور بھی لطیف بنا دیا ہے۔ تصنیفاتِ نوریؔ کے مطالعہ کے بعد آپ کو مایۂ ناز ادیب اور بلند پایہ انشا پرداز قرار دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔

سیاسی خدمات

اسلام میں دین وسیاست جدا نہیں ہیں۔ علماے حق پیغمبروں کے وارث اور جانشین ہونے کی بنا پر اسلامی سیاست کے وارث وجانشین بھی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر دور یا کسی بھی حکومت وریاست میں عہدہ کے حصول، جاہ وحشم کے لالچ، اپنے مطلب کی خاطر دنیاوی عزت وشہرت اور نام وری کے لیے سیاست میں ملوّث ہوتے رہیں۔ جیسا کہ آج کل سیاست داں دنیا بھر میں کرتے پھر رہے ہیں۔

مختلف ادوار اور حکومتوں میں مسلم سیاست کا طریقۂ کار بھی مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ مردِ مومن ہے تو حق وصداقت اور سچائی کا دامن نہیں چھوڑتا۔ دین وشریعت کے راستے سے کبھی نہیں ہٹتا۔ وہ سیاست میں حصہ لیتا بھی ہے تو اپنی قوم کی فلاح وبہبود اور دین وشریعت کے تحفظ وبقا کی خاطر اور اگر وہ دین ومذہب سے دور رہ کر سیاست میں سرگرمِ عمل ہو تو وہ سیاست نہیں بل کہ چنگیزی کرتا ہے۔

فی زمانہ باطل پرستوں نے اسلامی سیاست کو دنیوی اور کفری سیاست میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ نام نہاد مسلم سیاست داں سیاست کا ڈھونگ رچا کر ایک طرف اسلام اور مسلم قوم کو بدنام کر رہے ہیں تو دوسری طرف موقع فراہم ہونے پر ان کے جان ومال، عزت وآبرو کی بربادی اور پامالی کا سامان بھی پیدا کر رہے ہیں۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے ان نام نہاد سیاست دانوں کی بساطِ سیاست الٹ کر رکھ دی، مطالعہ وتحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی سیاسی خدمات، علمی خدمات ہی کی طرح وسعت رکھتی ہیں۔ سرِ دست یہاں آپ کی سیاسی خدمات پر مختصراً روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی اپنے وقت کے سیاسی بصیرت وبصارت کے حامل، دوراندیش، تہذیبِ اخلاق، سیاستِ مدن اور تدبیرِ منزل سے آشنا فرد کہلائے۔ سیاسی اور ملی معاملات میں اعتدال پسندی، تدبر وتحمل، سلامت روی اور مثبت غور وفکر میں آپ نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے سیاسی افکار ونظریات کو سمجھنے کے لیے آپ کی درج ذیل تصانیف کا مطالعہ معلومات بخش ہوگا۔

(1) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الجہاد (1341ھ)

(2) فصل الخلافۃ یعنی سوراخ در سوراج (1341ھ)

(3) الطاری الداری لہفوات عبدالباری (1339ھ)

(4) مقدمہ ''دوام العیش فی ائمۃ من القریش''(1334ھ)

(5) فتاویٰ مصطفویہ، 3 رجلد کے مختلف فتاویٰ۔

شدھی تحریک

تقسیمِ ہند سے پہلے شدھی تحریک نے جس طرح فتنہ انگیزی پھیلائی اور مسلمانوں پر جس انداز سے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ زبردستی مسلمانوں کا شدھی کرن کیا جاتا، اور روپیوں کا لالچ دے کر ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑکائے جاتے۔ بوالہوس اور زر پرست انسان ان کے دامِ فریب میں آکر اپنے دین و ایمان کا سودا کر ڈالتے۔ یہ سلسلہ اس قدر بڑھا کہ شہر شہر، قریہ قریہ اس کی وبا عام ہوگئی اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ اہلِ ہنود بانگِ دہل اعلان کرنے لگے کہ چار کروڑ مسلمانوں کو شاشتر اور شستر (تلوار) کے ذریعہ شدھ کیا جائے گا۔ ساتھ ہی ایسے نعرے بھی لگاتے جسے سُن کر مسلمانوں کا خون کھول جاتا۔ اور اپنی تقریروں میں بارہا مسلمانوں کو کھٹمل، آبِ زم زم کو کیچڑ اور گندگی، وضو کو ڈھکوسلہ، رکوع کو اچک بلّی، اور سجدہ کو مُرغا بتا کر مسلمانوں کی دل آزاری کرنا ان کا شیوہ تھا۔

غرض یہ کہ ایک سوچی سمجھی اسکیم اور منظم سازش کے تحت مسلمانوں کو جبراً مُرتد کیا جا رہا تھا، قتل و غارت گری اور خوں ریزی کا بازار گرم تھا یہ قتلِ عام اس لیے تھا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری......
اس مذموم مقصد میں اہلِ ہنود اپنی گندی اور شاطرانہ سیاسی چالوں کے پیشِ نظر کامیاب ہو رہے تھے۔
مگر وہ ذات مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی تھی کہ بلند حوصلگی اور پختہ عزائم کے ساتھ جان و مال کی پروا کیے بغیر میدانِ عمل میں آکر میلوں بھوکے پیاسے چل کر تبلیغِ دین کی۔ مشرکوں کے دامِ فریب سے مسلمانوں کو بچانے کی سعیِ بلیغ فرمائی اور جو مسلمان دھوکہ میں آکر مرتد ہو گئے تھے انہیں ارتداد سے نکال کر توبہ کرائی اور دوبارہ مسلمان کیا۔ حضرت نوریؔ بریلوی اور ان کے رفقاے کار نے شدھی تحریک کے خلاف جس مجاہدانہ طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا اس کے شواہد جماعت رضائے مصطفیٰ کی فائلوں میں اب بھی محفوظ ہیں۔ (ملخصاً43)

ضبطِ ولادت (نس بندی)

ہندوستان میں ضبطِ ولادت کا مسئلہ بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں اس مسئلہ پر علما دو گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے ایک گروہ مسئلہ اجتہادی کہہ کر اس کے جواز کے حق میں تھا جس کی نمایندگی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب صاحب فرما رہے تھے اور دوسرا گروہ عدمِ جواز کے حق میں تھا جس کی زمامِ قیادت مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے ہاتھ میں تھی نس بندی کے اس رستا خیز عہد میں جب کہ حکومتِ ہند کی طرف سے 5/ جون 1976ء کو ایمرجنسی نافذ کر دی گئی، حکومت کے خلاف زبان کھولنا انتہائی سنگین جرم تھا اس عہد میں ''میسا'' نامی قانون کے تحت گرفتاریاں بھی زور وشور سے ہو رہی تھیں۔ لیکن حکومتِ وقت کے جبر وظلم اور تشدد کی پروانہ کرتے ہوئے مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے قلمی جہاد فرمایا اور ظالم وجابر حکمراں کے سامنے حق گوئی کا مظاہرہ کیا، جب آپ سے فیملی پلاننگ (نس بندی) کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

''کہ نس بندی حرام ہے، حرام ہے، حرام''۔

مذکورہ فتویٰ جناب ساجد علی خاں مہتمم دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی نے 3/ رمضان المبارک 1396ھ/ 30/ ستمبر 1976ء کو شائع کیا۔ اس کی اشاعت کے بعد فتوا میں تبدیلی کا مطالبہ کیا گیا تو مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے فرمایا :

''ہمارے یہاں فتویٰ نہیں بدلا جاتا ہے ضرورت پڑی تو حکومت بدل دی جائے گی''۔

چناں چہ ہوا بھی ایسا ہی کہ الیکشن میں حکمراں پارٹی ''کانگریس'' کو بُری طرح شکستِ فاش اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور جنتا پارٹی کی حکومت بن گئی۔ (44)

تحریکِ جہاد

اسلامی فرائض میں جہاد اہم ترین فریضہ ہے۔ لیکن یہ اسی وقت فرض ہوگا جب اس کی شرائط پائی جائیں۔ اس کی اہم شرائط میں سلطانِ اسلام اور طاقت وقوت کا موجود ہونا انتہائی ضروری ہے۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے بہ قول :

''مفلس پر اعانتِ مال نہیں، بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں، لہٰذا مسلمانانِ ہند پر حکمِ جہاد وقتال نہیں۔'' (45)

تحریکِ جہاد کا نعرہ مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی اور ان کے ہم نواوں نے یہ باور کر کے لگایا تھا کہ ہم ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرائیں گے چاہے مال کے ذریعہ چاہے جان کے ذریعہ۔ مسلمان چوں کہ فطرتاً جذباتی ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے فوراً نعرۂ جہاد کو قبول کرلیا کیوں کہ کہا یوں گیا تھا کہ یہ جہاد انگریزوں کے خلاف ہے حال آں کہ اس کی حقیقت اس کے برعکس تھی مسٹر گاندھی بے دست و پا مسلمانوں کو در پردہ مفلس وقلاش بنانا چاہتے تھے اور ان کے پاس جو مال ومتاع تھی وہ جہاد کی نذر ہو جائے تا کہ قومِ مسلم ایک قوت بن کر نہ ابھر سکے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی جہاد کے مخالف نہ تھے مگر ایسی بے سروسامانی، مفلسی اور تنگ دستی کی حالت دیکھ کر آپ نے مخالفتِ جہاد کی شرعی کوشش کی چوں کہ جہاد کی شرائط اس وقت ہندوستان میں نہیں پائی جاتی تھی آپ نے تحریر فرمایا :

''جو حکم انسانی قوت وطاقتِ بشری، وسعت واستطاعت سے باہر ہو وہ ہرگز حکمِ شریعتِ مطہرہ نہیں، جس حکم میں با قاعدہ اتلافِ جان واہلاکِ نفس ہو وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں، یوہیں جس حکم سے سوتے فتنے جاگیں فساد برپا ہوں وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہوسکتا اب یہی خود دیکھ لیں یہاں اس وقت حکمِ جہاد میں تکلیف مالا یطاق ہے یا نہیں؟ اس میں فائدہ ہے یا مضرت؟ جانوں کی بلاوجہ ہلاکت ہے یا حفاظت، فتنہ وفساد کی اشارت ہے یا اقامت؟ اس میں مسلمانوں کی عزت ہے یا ذلّت؟ یہ حکم قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر؟ ان امور پر غور کرنے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا، اصلا خفا نہ ہوگا کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں لڑنے کا حکم دینا سختی نہیں؟ اور تکلیفِ فوق الوسعت نہیں؟ کیا ایسوں کو جو ہتھیار چلانا بڑی بات ہے اٹھانا نہیں جانتے، جن کے وہم میں بھی کبھی نہیں گذرا کہ بندوق کس طرح اٹھاتے، تلوار کیوں کر تھامتے، مارتے، طمنچہ کیسے چلاتے ہیں،

جنہوں نے کبھی جنگ کے ہنگامے، لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے ہوں انھیں توپوں کے سامنے کردینا کچھ زیادتی نہیں؟ کیا ایسوں سے میدان کرانا اور ان کی جانیں مفت گنوانا عبث نہیں؟ کیا یہ فتنہ وفساد نہیں کہ مسلمانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں؟ اس سے بڑھ کر اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا؟''(46)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی ہرگز ہرگز جذبۂ جہاد کو سرد کرنا نہیں چاہتے تھے انہوں نے ایک باخبر مفتی اور فقیہہ کی حیثیت سے شرعی حکم صادر فرمایا، اس میں نہ انگریزوں کی طرف داری مقصود تھی نہ ہی خوشامد؛ وہ تو ان کے سخت مخالف تھے ان کے دولت کدہ پر بڑے بڑے سربراہانِ مملکت آئے مگر آپ نے ملاقات تک نہ کی اور وہ خود ہی بغیر ملاقات کے واپس چلے گئے۔ آپ نے نام نہاد تحریکِ جہاد کا رد کرتے ہوئے شریعتِ مطہرہ کا واضح حکم یوں بیان کیا :

''یہاں کے نہتے بے سروپا جنگ سے ناواقف مسلمان، ان پر خود سلطانِ اسلام جس کے پاس سامانِ حرب بھی ہو اور باقاعدہ فوج بھی وہ اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں یہ فوج وسامان انہیں کافی نہ ہوگا تو ایسی حالت میں اسے ان سے پہل ناجائز ہے۔'' (47)

واضح ہو کہ جس دور میں مسلمانوں کو جہاد کے لیے اکسایا جارہا تھا، اس وقت جہاد کی شرائط عنقا تھیں۔ اور مسلمان مالی اور دیگر لحاظ سے انتہائی کمزور اور بے دست وپا تھے، جب کہ دشمن انتہائی طاقت ور اور ہتھیاروں سے لیس ؛ زبردست کے مقابلے میں کمزور کو پیش کرنا خود کو موت کے منہ میں ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے؟ مسٹر گاندھی کے مشوروں سے اس عہد کے بہت سارے مسلمان لیڈروں نے قرآن وحدیث کے حوالے سے ''جہاد جہاد'' کا نعرہ دیا تا کہ مسلمان قریب سے قریب تر ہوجائیں، ایک طرف گاندھی نے اخبارات میں شائع کرنا شروع کردیا کہ میرا مذہب کشت وخون کو روا نہیں رکھتا ہم تو ''اہنسا کے پُجاری'' ہیں اور ''عدم تشدد'' پر یقین رکھتے ہیں۔ تو دوسری طرف انگریزوں کو مرعوب کرنے بل کہ درپردہ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے یہ پالیسی اختیار کی کہ مسلمان ہر لمحہ جہاد جہاد پکارتے رہیں۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی پس پردہ سازش سے نقاب اُٹھاتے ہوئے

یوں فرماتے ہیں :

''اس وقت یہ جہاد بھی اسی دشمنِ اسلام و مسلمین گاندھیِ بددین کا حکم ہے۔ جیسے پہلے ہجرت سے نقصان پہونچائے، مسلمانوں کو خانماں برباد کرائے، ان کی بیش بہا جائدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے، سب کے کوڑے کرائے، غریب مسلمانوں میں اتنا روپیہ کہاں تھا، یوں اپنے ہندو بھائیوں کو دلوائے، یوہیں یہ مسئلہ جہاد نکال کر اس نے چاہا کہ مسلمانوں کو جن کی روح بالکل فنا ہو چکی ہے کچھ یوہیں سی رمق باقی ہے یہ بھی کیوں رہ جائے بالکل تباہ کرائے۔'' (48)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے ہر اس تحریک کا رد کیا جو اسلامی اصولوں اور بنیادوں سے ہٹ کر چلی، جس تحریک نے بہ نامِ اسلام اسلامی اصولوں سے کھلواڑ کیا اس کی بھی آپ نے سختی سے تردید فرمائی اور مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے تنبیہاً تحریر فرمایا :

''کاش اب بھی سنبھلو! اور ان گندم نما جو فروشوں سے بھاگو ان کی تو دلی خواہش ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ قدبدت البغضامن افواھھم وماتخفی صدورھم اکبر قدبینا الأیات ان کنتم تعقلون۔'' ...... ''خدا کے لیے ہماری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھایئے اور خلقِ خدا کو راہِ راست پر لایئے ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور اب آپ اپنا فرض ادا کیجیے۔'' (49)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے دل میں اسلام کا درد اور مسلمانوں کے کامیاب مستقبل کی فکر تھی آپ کی سوچ مسلمانوں کے مستقبل کو تابناک اور روشن بنانے کی تھی، انہوں نے اپنی سیاسی بالغ نظری اور دور اندیشی کو بروے کار لاتے ہوئے اس دور میں چلنے والی سیاسی تحریکات کا صرف ظاہری خدوخال نہیں دیکھا بل کہ اس کا گہرائی سے مشاہدہ کرنے کے بعد ملّتِ اسلامیہ کی صحیح رہ نمائی فرمائی۔

تحریکِ خلافت

1919ء میں خلافت کا مسئلہ پیش آیا تو اس وقت بھی آپ نے امتِ مسلمہ کی صحیح قیادت اور رہ نمائی کا فریضہ انجام دیا، امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی تصنیف 'دوام العیش فی ائمۃ من القریش

1334ھ پر آپ نے ایک جامع، پُر مغز اور معلومات افزا مقدمہ تحریر فرمایا جو آپ کی اعلاترین سیاسی بصیرت و بصارت کا منہ بولتا نمونہ ہے۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے تحریکِ خلافت کے حامیوں سے تین سوالات کیے جو ترکی کے سلطان عبدالحمید کو خلیفۂ شرعی تسلیم کرانے پر اصرار کرتے تھے، ذرا ان سوالات کو ملاحظہ کیجیے اور مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی کی سیاسی سوجھ بوجھ اور بالغ نظری کے ساتھ ساتھ ان کے علم دین کا کمال بھی دیکھیے :

''(1) سلطان مراد کی معزولی کے بعد عبدالحمید خاں سلطانِ ترکی ہوئے اگر سلطان مراد کو خلیفہ تسلیم کیا جائے تو سلطان عبدالحمید پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

(2) غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کیا اگر واقعی عبدالحمید خاں خلیفہ تھے تو مصطفیٰ کمال پاشا پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

(3) جب سلطان عبدالحمید خاں کی خلافت سے انکار کفر تھا تو جس نے اس کو معزول کیا اس پر تو اس سے بڑا فتویٰ لگنا چاہیے تھا مگر غازی مصطفیٰ کمال پاشا پر فتویٰ لگانے کی بجائے ان کو مبارک بادی کے تار بھیجے گئے''۔

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے ارکانِ خلافت سے یوں سوال کیا :

''کیا ان کو باغی و کافر کہا جائے گا جس طرح شریفِ مکہ ملک الحجاز کو سلطان کی اطاعت سے سرتابی پر واجب القتل کا حکم لگایا جاچکا ہے۔''

آگے چل کر بڑے ناصحانہ انداز میں اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''انسان کو چاہیے کہ بات کہنے اور کرنے سے پہلے اس کے قال و انجام پر نظر رکھے، جس کا آخر حُسن ہو اسے اختیار کرے ورنہ نہیں، تیرہ سو برس کے اجتماعی اتفاقی مسئلہ میں اختلاف سوائے کشت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا؟ ترکوں کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا ہاں! اختلافِ مسلمین میں ایک اور اضافہ ہوگیا''۔(50)

تحریکِ خلافت کے زمانہ میں جو سب سے عجیب بات دیکھی گئی وہ یہ تھی کہ جو حضرات خلافتِ

اسلامیہ کی حفاظت کی جد و جہد کر رہے تھے، وہ اہلِ ہنود کی ہم نوائی کو احیاے خلافتِ اسلامیہ کے لیے ممد و معاون سمجھ رہے تھے اور جوش و جذبات میں اسلامی شعائر کو چھوڑ کر شعائرِ کفر اپنا رہے تھے۔ چناں چہ اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقہ بھی لگوایا، ہندو لیڈروں کی ارتھیوں پر کندھا بھی دیا، ہندو لیڈروں کو مساجد میں منبرِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بٹھایا، اپنا ہادی، اپنا رہ بر اور پیشوا بنایا، قرآنِ پاک کو مندروں میں لے جایا گیا وغیرہ۔

یہاں یہ امر ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ تحریکِ خلافت کا ظاہر یہی تھا کہ یہ سلطنتِ اسلامیہ اور خلیفۂ اسلام کی حفاظت و صیانت کے لیے چلائی جا رہی ہے۔ جب کہ اس کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ اس تحریک کے ہم نواوں نے غیر مسلموں کے ساتھ جو دیرینہ تعلقات اور مراسم روا رکھے تھے۔ اس کا شریعتِ مطہرہ ہرگز اجازت نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے نقصانات سے اہلِ اسلام کو آگاہ کیا۔ یہاں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ آپ ایک اسلامی تحریک کی مخالفت کر رہے تھے اور مسلمانانِ ترکی کی خیر خواہی کے جذبات کو سرد کر رہے تھے۔ ذیل کی تحریر چشم کشا اور سچائی کا اظہار کرتی ہوئی نظر آتی ہے　:

> ''سلطنتِ اسلام تو سلطنتِ اسلام ہے۔ سلطان تو سلطان ہیں۔ ہر فردِ مسلم کی خیر خواہی لازم ہے...... **الدین النصح لکل مسلم**...... ارشادِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناطق ہے۔'' (51)

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی ایک صاحبِ فکر و نظر، صاحبِ بصیرت و بصارت اور مدبر سیاست داں تھے۔ جیسا کہ پہلے ہی عرض کیا گیا ہے کہ آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ میں مذہبی اثرات اس قدر نمایاں تھے کہ آپ نے دیگر ہم عصر بازی گرانِ سیاست کی طرح مذہب و ملّت کا سودا نہیں کیا، بل کہ آپ نے ان سیاسی تحریکات کی زبردست مخالفت کی، جن سے مذہبی اصولوں اور شرعِ مطہرہ پر ضرب پڑتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعض ان تحریکات کا بھی تعاقب کیا جو بہ ظاہر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے چلائی جا رہی تھیں۔ مگر جب اس کا قال اور انجام بہ نظرِ غائر دیکھا گیا تو وہ پس پردہ مسلمانوں کو نقصان اور خسارے میں ڈال کر مفلس و قلاش اور بے دست و پا بنا رہی تھیں۔ یہ مفتیِ اعظم

کی تاب ناک اور پاکیزہ سیاسی فکر تھی کہ آپ نے ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اپنے افکارِ عالیہ سے ملّتِ اسلامیہ کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیا۔ چوں کہ آپ کی زندگی کا لحہ لحہ شرعی اصول وضابطے کا آئینہ دار تھا؛ اور اسی کے مطابق آپ کے شب وروز بسر ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے سیاسی شعور اور افکار ونظریات کی بنیاد اسلامی افکار وخیالات سے مملوتھی۔

تدریسی خدمات

تحقیق کی روشنی میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی دنیاے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا، مرجع العلماء، رہبرِ شریعت، پُرخلوص داعی، تحریک آفریں قائد، مایۂ ناز فقیہ ومحدث، بافیض مدرس اور بلند پایہ نعت گوشاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ نے درس وتدریس کے فرائض بھی انجام دیے۔ درسِ نظامی کی تکمیل وفراغت کے بعد **1328ھ/ 1910ء** میں جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں مسندِ تدریس کو زینت بخشی اور تدریسی سلسلہ شروع کیا۔ **(52)**

آپ کے تلامذہ اور خلفا کے تذکروں کے مطالعہ اور منظرِ اسلام اور مظہرِ اسلام کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دارالافتاء کے اہتمام وانصرام، فتویٰ نویسی کی زیادتی، تبلیغِ دین کے اسفار، تصنیف وتالیف اور دیگر مصروفیات کے سبب کبھی کبھار صرف مخصوص طلبہ کو درس دیتے تھے۔ اور آپ کا سلسلۂ درس وتدریس تسلسل کے ساتھ جاری نہ تھا بل کہ آپ فرصت کے لمحات میں طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے **1328ھ/ 1910ء** سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ لیکن یہ سلسلہ کس طرح اور کب تک جاری رہا؟ اس کی وضاحت وصراحت سے آپ کی حیات و خدمات پر تحقیق وریسرچ کرنے والے محققین واسکالرز اور تذکرہ نگاروں کی زبانیں خاموش ہیں۔ بہ ہرکیف! آپ نے اپنا تدریسی سلسلہ تسلسل سے نہ سہی کسی نہ کسی طور پر جاری رکھا۔ اس ضمن میں ذیل کا واقعہ پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

1344ھ/ 1926ء میں آپ کے برادرِ اکبر حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا بریلوی انجمن حزب الاحناف لاہور کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے۔ دو روز لاہور میں قیام کے بعد بریلی واپس آئے۔ واپسی پر حصولِ تعلیم کی غرض سے مولانا ابوالفضل سردار احمد رضوی لائل پوری، حامد رضا صاحب کے

ہمراہ بریلی آئے۔ آپ (علامہ حامد رضا صاحب) نے اپنی سرپرستی میں خصوصی عنایات کے ساتھ تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا۔ اور اپنے دولت خانے پر قیام وطعام کا انتظام کیا۔ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی میں کم و بیش تین سال تک تعلیم حاصل کی ۔ اس عرصے میں مولانا سردار احمد نے علامہ محمد حامد رضا بریلوی، مولانا شاہ محمد حسین کے ساتھ ساتھ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی سے درس نظامی کی کتابیں اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد حسین مدرس منظرِ اسلام سے پڑھیں، منیہ، کنز الدقائق اور شرح جامی تک کی کتابوں کا درس حضرت نوریؔ بریلوی سے حاصل کیا۔ چناں چہ حضرت نوریؔ بریلوی نے اس امر کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو:

> ''جب میں ان (مولانا سردار احمد) کو دیکھتا۔ پڑھتے دیکھتا۔ مدرسہ میں قیام گاہ پر حتیٰ کہ مسجد میں آتے تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی، اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے ۔ ان کے اس والہانہ تحصیلِ علم سے میں بہت متاثر ہوا۔ میرے پاس دوسرے پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد سلمہ پڑھتے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر آپ کی ساری سرگزشت سنائی ۔ پھر ان کے ذریعہ وہ (مولانا محمد سردار احمد) میرے پاس آنے جانے لگے۔ ان کے بہ اصرار درخواست اور مولوی نذیر احمد سلمہ کی سفارش پر میں نے منیہ، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی تک پڑھایا۔''(53)

علاوہ ازیں مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی(متولد1332ھ/ 1914ء متوفی 1393ھ/ 1973ء) نے بھی حضرت نوریؔ بریلوی سے شرح جامی پڑھی اور 1352ھ/ 1929ئمیں آپ سے سند حدیث حاصل کی۔ مولانا معین الدین شافعی قادری(متولد 1357ھ/ 1939ء) ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ رضویہ لائل پور نے بھی مفتیِ اعظم سے میزان، نحو میر تک کی کتابیں مستقل سبقاً سبقاً پڑھیں اور 1950ء میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی سے سند فراغت حاصل کی۔ بعد میں آپ نے اجمیر مقدس میں آستانۂ عالیہ پر مولانا معین الدین شافعی کو دستار خلافت کے ساتھ ''تاج العلم والفضل'' کی سند بھی عطا کی۔ اور بعد ازاں عدیم الفرصتی کے سبب آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا لیکن مدارسِ اسلامیہ کے ماہرینِ علوم وفنون، اساتذۂ کرام خصوصاً

جامعہ رضویہ منظرِ اسلام اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے اساتذہ اور فارغ ہونے والے طلبہ آپ سے صحاحِ ستہ اور درسِ نظامی کی منتہی کتابوں کا درس لیتے اور شرف تلمذ حاصل کرتے رہے۔

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مفتیِ اعظم قدس سرہ نے 1328ھ/ 1910ء سے 1366ھ/ 1947ء تک درس و تدریس کا سلسلہ کسی نہ کسی طور جاری رکھا۔ بعد میں رضوی دارالافتاء کی کثرت، جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی ادارت و سرپرستی اور تبلیغی اسفار کے سبب تدریس کا سلسلہ موقوف ہوا، اور یہ بھی واضح ہوا کہ مدارسِ اسلامیہ کے اساتذہ و طلبہ آپ سے درس لیا کرتے تھے۔ چناں چہ مدارسِ اسلامیہ کی تعطیلِ کلاں ماہِ شعبان المعظم اور ماہِ رمضان المبارک میں بعض مدارس کے اساتذہ و فارغ التحصیل طلبہ نیز زیرِ تعلیم طلبہ اپنے آپ کو حضرت نوریؔ بریلوی کے حلقۂ شاگردی میں شمار ہونے کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے بریلی حاضر ہوتے اور آپ سے صحاح ستہ اور دیگر درسی کتابوں کا درس لیتے۔ اس ضمن میں علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی اپنا ذاتی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں :

> ''علومِ اسلامیہ کی عربی درس گاہوں میں عموماً رمضان المبارک میں تعطیلِ کلاں ہوتی ہے۔ ان تعطیلات میں بریلی حاضر ہوکر فقیر ضیاء المصطفیٰ حضرت مفتی اعظم (نوریؔ بریلوی) رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا سے علمی استفادہ کرتا، ایک سال تعطیل کلاں میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے صحاح ستہ میں ابوداؤد شریف و ابن ماجہ شریف پڑھی۔ حضرت مفتی اعظم نے ان دونوں کتابوں کی اجازت بھی عطا فرمائی۔'' (54)

مفتیِ اعظم قدس سرہ جب تبلیغِ دین اور اشاعتِ مذہب کی غرض سے دورے پر ہوتے تو کسی نا کسی جامعہ یا دارالعلوم میں آپ ضرور تشریف لے جاتے تو اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر ان جامعات کے اساتذہ بھی خود کو آپ کے حلقۂ شاگردی میں شامل کرنے کے لیے التماس کر کے درس حدیث کی نورانی و عرفانی محفل آراستہ کرتے اور درس لیتے چناں چہ درسِ حدیث کی ایسی ہی ایک نورانی و عرفانی محفل کا تذکرہ قاضی عبدالرحیم رضوی بستوی نے یوں کیا ہے :

> ''حضرت مفتی اعظم (نوریؔ بریلوی) قدس سرہ ایک سال دارالعلوم فیض الرسول، براؤں کے سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت کے موقع پر براؤں تشریف لے گئے

۔ساتھ میں مَیں اور مفتی شریف الحق صاحب امجدی مدظلہ بھی تھے۔ دارالعلوم فیض الرسول کے اساتذہ و منتظمین نے حضرت کا شان دار استقبال کیا۔حضرت فیض الرسول پہنچے کئی روز قیام رہا۔اسی موقع پر فیض الرسول کے اساتذہ نے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے درسِ حدیث لے کر اجازتِ حدیث لینے کا فیصلہ کیا۔حضرت مفتی اعظم کی اجازت سے درسِ حدیث کی ایک نورانی مجلس بڑے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی۔درسِ حدیث کی اس مجلس میں شرکا پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ عمامہ باندھ کر ہی شریک ہوں۔ چناں چہ سارے اساتذۂ فیض الرسول درسِ حدیث کی اس مجلس میں عمامہ باندھ کر شریک ہوئے۔حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے بخاری شریف کی ایک حدیث کا درس دیا۔درسِ بخاری سے فراغت کے بعد جمیع شرکاے درس کو حدیث مسلسل بالاولیہ، حدیث مصافحہ اور حدیثِ تمر کی عملاً اجازت عطا فرمائی ۔نیز النور والبہا میں درج شدہ جملہ اجازتیں عطا فرمائیں۔ بخاری شریف کے اس درس میں، مَیں ،مفتی شریف الحق امجدی صاحب ،مولانا غلام جیلانی صاحب ، مولانا جلال الدین صاحب، مولانا محمد یونس صاحب، مولانا محمد حنیف صاحب بستوی اور مولانا قدرت اللہ وغیرہ شریک تھے۔''(55)

علاوہ ازیں آپ صحت کے زمانے میں عموماً بعدِ عشا رضوی دارالافتاء میں تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت علماے کرام اور مفتیانِ عظام آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ چناں چہ اس دوران مولانا محمد نعیم اللہ رضوی،صدرالمدرسین جامعہ منظرِ اسلام بریلی آپ سے استفادہ کرتے اور مشکل مقامات کو حل کرتے تھے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی اعلا تدریسی صلاحیتوں کے مالک تھے۔باوجود یہ کہ آپ نے اپنا تدریسی سلسلہ مسلسل جاری نہ رکھا، پھر بھی آپ کو اپنے عہد کے دیگر ممتاز اساتذہ میں نمایاں مقام حاصل رہا۔علم وفضل کے اعتبار سے آپ بلند رُتبے پر فائز تھے۔ درسِ نظامی کے باریک باریک اُمور پر آپ گہری نظر رکھتے تھے۔اس مقام پر آپ کی تدریسی صلاحیتوں ،مبلغِ علم کی بلندی اور درسِ نظامی پر کامل دست گاہ کے بارے میں مفتی محمد اعظم رضوی

ٹانڈوی، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی کے خیالات کو پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا :

''ایک بار جب کہ میں رضوی دارالافتاء میں بیٹھا مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کیوں کہ مجھے یہ کتاب پڑھانے کے لیے دی گئی تھی۔ حدیثِ جبریل میں جہاں قیامت کے علم کو پانچ ان علوم میں بتایا گیا ہے جنھیں بے بتائے کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ میں اس حدیث کو کئی بار پڑھا چکا تھا۔ علومِ خمسہ طلبہ کو سمجھا چکا تھا بما لہ و ما علیہ۔ لیکن مجھے خود سمجھانے کے باوجود حضرت مفتیِ اعظم (نوریؔ بریلوی) علیہ الرحمۃ سے اس حدیث کو سمجھنے کا شوق ہوا۔ میں نے حضرت مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور! اس حدیث میں پانچ علوم کے مخلوق کو علم ذاتی نہ ہونے کی تخصیص ہے، تو پانچ ہی کی تخصیص کیوں کی گئی حال آں کہ کسی چیز کا علمِ ذاتی مخلوق کو نہیں۔ حضرت مفتیِ اعظم نے ارشاد فرمایا: آپ نے کہا ہے کہ علومِ خمسہ کی تخصیص کی گئی۔ یہاں تخصیص کہاں ہے؟ میں متنبہ ہوا اور سمجھ گیا کہ حضرت نے مجھے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ آپ کو تخصیص نہیں کہنا چاہیے تھا کہ تخصیص علمِ معانی و بیان میں خاص صورت میں ہوتی ہے، خاص کلمات کے ذریعہ نفی اور استثنا کے ذریعہ اور کلمہ انما کے ذریعہ اور تقدیم وغیرہ کے ذریعہ۔ اور یہاں ایسی کوئی صورت نہیں۔ مجھے یہاں تخصیص نہیں بولنا چاہیے تھا۔ اس کے بعد فوراً حضرت مفتیِ اعظم نے فرمایا: یہ کہیے علومِ خمسہ کی تخصیصِ بالذکر کی گئی۔ اس تنبیہ سے میں نے حضرت مفتیِ اعظم کے مبلغِ علم کی بلندی اور تعمقِ نظر و فکر کو خوب سمجھ لیا اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ حضور مفتیِ اعظم کا درس نظامی پر گہرا مطالعہ ہے۔ اگرچہ مفتیِ اعظم کہلاتے ہیں، مگر مدرسِ اعظم بھی ہیں۔ پھر حضرت نے وہ بتایا جو میں جاننا چاہتا تھا۔

حضرت مفتیِ اعظم نے فرمایا:

بے شک عالم کے کسی ذرّے کا بھی علم مخلوق کو بے عطائے الٰہی حاصل نہیں کہ علمِ ذاتی خاص ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ۔ حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں

کہ پانچ چیزوں کا علمِ ذاتی مخلوق کو نہیں اور ان پانچ کے سوا کا معاذ اللہ ذاتی مخلوق کو ہے۔ اصل میں پانچ کی تخصیص ذکر کے ساتھ اس لیے کی گئی کہ اس زمانے میں کاہن، قائف، اور ساحر وغیرہ ان پانچ چیزوں کے علم کا دعوا کیا کرتے تھے اور وہ گمراہ تھے۔ وہ اس قابل نہیں تھے کہ اللہ عزوجل انھیں ان چیزوں کا علم عطا فرمائے۔ جب انھیں اللہ تعالیٰ نے بتایا نہیں اور وہ ان علوم کے جاننے کے مدعی تھے تو ان کے دعوے سے نکلتا تھا کہ انھیں ان چیزوں کا علم ذاتی ہے۔ تو قرآن و حدیث میں ان کا رد کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بے بتائے جو یہ دعوا کر رہے ہیں وہ غلط اور باطل ہے۔ ان علوم کو بھی وہی جانتے ہیں جنھیں اللہ بتائے۔ اور یہ کاہن وغیرہ نہیں جانتے۔ یہ ہے وجہ تخصیصِ بالذکر کی۔ یہ ایک حدیثِ خاص حضرت نے مجھے سمجھائی اور پتہ نہیں کتنی بار فتاویٰ سناتے اور دکھاتے وقت تفسیر و حدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں کے مطالب سمجھائے اور بتائے۔'' (56)

مفتیِ اعظم حضرت نوری بریلوی کے درس نظامی کی انفرادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے جانشین تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی اپنی فتویٰ نویسی کی ابتدا بیان کرتے ہوئے راقم ہیں:

''جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دل چسپی کی بنا پر فتوے کا کام شروع کیا...... شروع شروع میں مفتی افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا...... اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا...... کچھ دنوں بعد اس کام میں میری دل چسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا...... حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔'' (57)

علاوہ ازیں آپ سے بیش تر حضرات نے فتویٰ نویسی کی تربیت بھی لی اور اپنے فتاویٰ پر اصلاح و

نظرِ ثانی کے لیے آپ کی بارگاہ میں رہ کر مدتوں بعض علماے دین نے کسبِ فیض کیا۔ اس دوران کبھی کبھار اصلاحِ فتاویٰ کے ساتھ ساتھ درس وتدریسِ حدیث کا سلسلہ بھی چل نکلتا۔ فتویٰ نویسی سیکھنے کے دوران جب علما آپ کو فتاویٰ دکھاتے اور سناتے اس وقت مفتیِ اعظم تفسیر وحدیث اور فقہ واصول کی سیکڑوں کتابوں کے مطالب سمجھاتے اور ان کی زنبیلِ حیات میں علم وفن کے گہر ہاے آب دار کا اضافہ کرتے۔

مفتیِ اعظم قدس سرہ کے ہم عصر علما وفقہا، مفسرین ومحدثین اور متکلمین ومناظرین آپ سے علمی استفادہ کرتے اور شرعی مسائل میں آپ سے رجوع ہوتے۔ مزید یہ کہ پیچیدہ ولاینحل مسائل کے حل کے لیے آپ کے یہاں حاضر ہوتے تھے۔ آپ جب تک حیات رہے یہ سلسلہ جاری رہا۔ علما وطلبہ آتے گئے اور آپ کے علمی فیض سے مالا مال ہوتے گئے۔ اور جنھیں آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا وہ اپنے آپ کو سعادت منداور خوش قسمت تصور کرتے ہیں۔

مفتیِ اعظم قدس سرہ کا طریقۂ تعلیم

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کا طریقۂ تعلیم اور درسِ افتا امتیازی شان کا حامل تھا۔ آپ درسِ افتا میں اس بات کا التزام فرماتے تھے کہ محض نفسِ حکم سے واقفیت نہ ہو بل کہ اس کے ماعلیہ ومالہٗ کے تمام نشیب وفراز ذہن نشین ہوجائیں۔ پہلے آیات واحادیث سے استدلال کرتے، پھر اصولِ فقہ وحدیث سے اس کی تائید دکھاتے اور قواعدِ کلیہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر کتبِ فقہ سے اس کی جزئیات پیش فرماتے، اور مزید اطمینان کے لیے فتاویٰ رضویہ یا امام احمد رضا بریلوی کا ارشاد بیان کرتے۔ اگر مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو قول راجح کی تعیین دلائل سے کرتے اور اصولِ افتا کی روشنی میں ماعلیہ الفتویٰ کی نشاندہی کرتے۔ پھر فتاویٰ رضویہ یا امام احمد رضا بریلوی کے ارشاد سے اس کی تائید پیش فرماتے۔ مگر عموماً یہ سب زبانی ہوتا۔ عام طور سے جواب بہت مختصر اور سادہ لکھنے کی تاکید فرماتے، ہاں! کسی عالم کا بھیجا ہوا استفتا ہوتا اور وہ ان تفصیلات کا خواست گار ہوتا تو پھر جواب میں وہی رنگ اختیار کرنے کی بات ارشاد فرماتے۔

مفتیِ اعظم قدس سرہ کے درسِ افتا اور اصلاحِ فتاویٰ سے متعلق آپ کے نائب شارح بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی نے یوں اظہارِ خیال کیا ہے :

''میں گیارہ سال تین ماہ خدمت میں حاضر رہا۔ اس مدت میں چوبیس ہزار مسائل لکھے ہیں، جن میں کم از کم دس ہزار وہ ہیں جن پر حضرت مفتی اعظم کی تصحیح و تصدیق ہے۔ عالم یہ ہوتا کہ دن بھر بل کہ بعدِ مغرب بھی دو گھنٹے تک حاجت مندوں کی بھیڑ رہتی۔ یہ حاجت مند خوش خبری لے کر نہیں آتے، سب اپنا اپنا دکھڑا سناتے، غم آگیں واقعات سننے کے بعد دماغ کا کیا حال ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اتنے طویل عرصے تک اس غم آگیں ماحول سے فارغ ہونے کے بعد، عشآ بعد پھر تشریف رکھتے اور میں اپنے لکھے ہوئے مسائل سناتا، میں گھسا پٹا نہیں بل کہ بہت سوچ سمجھ کر، جانچ تول کر مسئلہ لکھتا، مگر واہ رے! مفتی اعظم۔ اگر کہیں ذرا بھی غلطی ہے، لوچ ہے یا بے ربطی ہے، یا تعبیر غیر مناسب ہے، یا سوال کے ماحول کے مطابق جواب میں کمی بیشی ہے، یا کہیں سے کوئی غلط فہمی کا ذرا بھی اندیشہ ہے فوراً اس پر تنبیہ فرما دیتے اور مناسب اصلاح۔ تنقید آسان ہے مگر اصلاح دشوار، جو لکھا گیا ہے وہ نہیں ہونا چاہیے، اس کو کوئی بھی ذہین نقاد کہہ سکتا ہے، مگر اس کو بدل کر لکھا جائے، یہ جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ مگر ستّر سالہ مفتی اعظم کا علم ایسا جوان تھا کہ تنقید کے بعد فوراً اصلاح فرما دیتے اور ایسی اصلاح کہ پھر قلم ٹوٹ کر رہ جاتا۔

کبھی ایسے جاں فزا تبسم کے ساتھ کہ قربان ہونے کا جذبہ حدِ اضطرار کو پہنچ جائے، کبھی ایسے جلال کے ساتھ کہ اعصاب جواب دے جائیں۔ مگر اس جلال کو کون سا نام دیں جس کے مخاطب کی جراتِ رندانہ اور بڑھ جاتی کیا کیجیے گا؟ اگر جلال سے مرعوب ہوکر چپ رہتے تو جلال اور بڑھتا، بڑھتا رہتا یہاں تک کہ مخاطب کو عرض معروض کرنا ہی پڑتا۔ یہ جلال وہ جلال تھا کہ جو اس کا مورد بنا کندن ہو گیا...... یہ مجلس آدھی رات سے پہلے کبھی ختم نہ ہوتی۔ بارہا رات کے دو بج جاتے اور رمضان شریف میں تو سحری کا وقت روز ہو جاتا۔

بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کوئی عبارت نہ ملتی تو اپنی صواب دید سے حکم لکھ

دیتا۔ کبھی دور دراز کی عبارت سے تائید لاتا۔ مگر مفتی اعظم ان کتابوں کی عبارتیں جو دارالافتاء میں نہ تھیں زبانی لکھوا دیتے ۔ میں حیران رہ جاتا، یا اللہ! کبھی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں، یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد ہیں؟ پیچیدہ سے پیچیدہ دقیق سے دقیق مسائل پر بداہۃً ایسی تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا اس پر بڑی محنت سے تیاری کی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ کلام بہت کم فرماتے مگر جب ضرورت ہوتی تو ایسی بحث فرماتے کہ اجلہ علما انگشت بدنداں رہ جاتے۔ کسی مسئلہ میں فقہا کے متعدد اقوال ہیں تو سب دماغ میں ہر وقت حاضر رہتے، سب کے دلائل، وجوہِ ترجیح، اور قولِ مختار و مفتی بہ پر تیقن اور ان سب اقوال پر اس کی وجہِ ترجیح سب از بر۔ بابِ نکاح میں ایک مسئلہ ایسا ہے جس کی بہتّر (72) صورتیں ہیں اور کثیر الوقوع بھی ہیں، پہلی بار جب میں نے اس کو لکھا، سوال مبہم تھا، میں نے بیس (20) پچیس (25) شق قائم کر کے چار ورق فل اسکیپ کاغذ پر لکھا جب سنانے بیٹھا تو فرمایا :

''یہ طول طویل شق در شق اور شق در شق جواب کون سمجھ پائے گا؟ پھر اگر لوگ خدا نا ترس ہوئے تو جو شق اپنے مطلب کی ہوگی اس کے مطابق واقعہ بنا لیں گے۔ آج ہندوستان میں یہ صورت رائج ہے اسی کے مطابق حکم لکھ کر بھیج دیں یہ قید لگا کر کہ آپ کے یہاں یہی صورت تھی تو حکم یہ ہے۔''

یہ جواب فل اسکیپ کے آدھے ورق سے بھی کم پر مع تائیدات آ گیا۔ اس واقعہ نے بتایا کہ کتب بینی سے علم حاصل کر لینا اور بات ہے اور فتویٰ لکھنا اور بات۔''(58)

متذکرہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتیِ اعظم قدس سرہ کا طریقۂ تعلیم انتہائی عمدہ تھا۔ آپ نہایت شفقت و محبت سے اپنے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ پیچیدہ سے پیچیدہ اور دقیق سے دقیق مسائل کو اس آسانی سے سمجھاتے کہ وہ طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتا۔ فتویٰ نویسی کی تربیت لینے والے علما سے آپ

ہمیشہ فرماتے تھے کہ استفتا کے جواب میں جو صورت رائج ہو اس کے مطابق حکم واضح کریں اور جواب طول طویل دینے کی بجائے اجمالاً مگر جامع دیا جائے۔

مفتیِ اعظم قدس سرہ کی طلبہ سے شفقت و محبت

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی طلبہ سے مشفقانہ و مربیانہ اور محبت آمیز رویہ رکھتے تھے ۔آپ طلبہ پر نہایت مہربان تھے، انھیں شفقت و محبت سے نوازتے اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے حتیٰ کہ غریب و نادار طلبہ کو خفیہ طور پر خرچ کے لیے رقوم بھی عنایت فرماتے ۔ یوں ہی درس و تدریس کے ذریعہ ان کی خدمت کرتے ، نہایت شفقت و محبت سے ان کو پڑھاتے ،علمِ نافع حاصل ہونے کی دعائیں دیتے ،کوئی طالب علم مسئلہ دریافت کرتا یا حدیث یا فقہ کی کتاب کے آغاز کے وقت تبرکاً پڑھنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ نہایت شفقت سے جواب دے کر مطمئن فرماتے ،جلسۂ دستارِ فضیلت کے موقع پر علما و طلبہ کے لیے خصوصی دعوت کا اہتمام فرماتے تھے۔خوشی کے موقع پر کھانے پکوا کر طلبہ کو کھلاتے ۔بیش تر طلبہ ایسے تھے جو دونوں وقت آپ کے یہاں کھاتے تھے،بعض طلبہ کو ان کے ذوقِ علمی کی بنا پر آپ خود اپنے مکان پر ٹھہراتے اور نہایت لطف و کرم سے قیام و طعام کا بندوبست فرماتے نیز ان کو اپنے علمی و روحانی فیضان سے مالا مال کرتے ۔غرض یہ کہ علما کی توقیر ،طلبہ سے شفقت و محبت جو آج کل بڑی بڑی ہستیوں میں مفقود ہوتی جارہی ہے۔وہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

آپ کا علمی رعب و دبدبہ اور روحانیت ساری دنیا پر واضح ہے،آپ عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی توجہ کا مرکز تھے۔اس کے باوجود اپنے شاگرد رشید مولانا سردار احمد رضوی لائل پوری کو کن الفاظ سے یاد کرتے ہیں ، آپ کے ایک مکتوب کا اقتباس نشانِ خاطر کرتے ہوئے اپنے شاگرد کے تئیں اُن کی والہانہ شفقت و محبت کا اندازہ کیجیے :

> ’’آپ کے مدرسہ اور خدماتِ دینی کا حال ہر آنے والے سے معلوم ہوتا رہتا ہے۔ماشاءاللہ لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔مولا تعالیٰ آپ کے فیض کو اور زیادہ سے زیادہ کرے اور دارین کی نعمتوں ، برکتوں سے آپ کو مالا مال کرے اور بہت بہت

ترقیاں ہر قسم کی دینی و دنیوی نصیب فرمائے آپ کی خدماتِ دینی کو شرفِ قبول بخشے اور بیش از بیش توفیقِ خیر دے اور آپ کو اس فقیر حقیر گناہ گار، عصیاں کار کے لیے سرمایۂ نجات بنائے۔ آپ کی دینی خدمات سُن سُن کر دل باغ باغ ہے۔‘‘(59)

دورِ حاضر کے اساتذہ کے لیے مفتیِ اعظم قدس سرہ کا اپنے تلامذہ کے ساتھ یہ محبت آمیز رویہ ایک درس پیش کرتا ہے کہ اتنی عظیم اور بلند پایہ شخصیت جب اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسا مشفقانہ برتاو رکھتی تھی تو انھیں بھی چاہیے کہ آپ کے اس طرزِ عمل کو مشعلِ راہ بنائیں۔

مفتیِ اعظم قدس سرہ کے تلامذہ

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے شاگردوں اور آپ سے علمی و فقہی استفادہ کرنے والوں میں بڑے بڑے علما و فقہا، مدرسین و محققین، مفسرین و محدثین، متکلمین و مناظرین گزرے ہیں جن کی ہند و پاک اور دیگر ممالک میں ایک بڑی جماعت ہے۔ گو کہ بعض اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے ہیں اور بقیہ جو بہ قیدِ حیات ہیں وہ ہمہ وقت دین و مذہب اور حق و صداقت کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ کے تلامذہ و مستفیدین عالم، عامل، مدرس، مقرر، مفسر و محدث، مناظر و متکلم، منطقی و فلسفی، محقق و مصنف، فقیہ و قاضی اور مفتی ہونے کا ساتھ ساتھ ملک و ملت کے بہی خواہ، ہم درد اور بے لوث خادم ہیں۔

استاذ کی سیرت و کردار، علم و عمل کی پختگی اور قول و فعل کی یکسانیت اور ہم آہنگی کا اثر تلامذہ پر ضرور پڑتا ہے۔ خصوصاً جب استاذ کی علمی و روحانی قوت اپنے معاصر علما و مشائخ سے بھی خراجِ عقیدت وصول کر چکی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مفتیِ اعظم کے تلامذہ و مستفیدین رسوخ فی العلم، استقامت فی الدین ، مسلک سے والہانہ محبت، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر مقاصدِ علم میں ایسے ممتاز و منفرد ہیں کہ اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت نوریؔ بریلوی خیرآبادی اور دہلوی سلسلۂ تدریس کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہر بریلی سلسلۂ تدریس کے وارث و امین ہیں۔ اس لیے آپ کے تلامذہ میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حسین تڑپ پیدا ہو گئی۔ جس نے ان کی فکری و اعتقادی زندگی میں اجتماعیت، روحانیت، عزمِ مصمم، یقیں محکم اور عمل پیہم کی بے کراں دولت جمع کر دی۔ آپ

کے مکتب اور فیضانِ نظر نے انھیں باطل فتنوں کے مقابلوں کی ہمت وجرات بخشی۔ آپ کے فیض یافتہ علما، فقہا، مفسرین، محدثین، متکلمین ومناظرین، محققین ومقننین، مصنفین ومولفین، مقررین ومدرسین، مناطقہ وفلاسفہ، ادبا وشعرا، قاضیانِ عدالت اور مفتیانِ شریعت زمانے کے ہر چیلنج کا جواب دینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، اور اپنے اندر ایسی توانائی اور قوت پاتے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں ایک جہان آباد کردیتے ہیں۔

تحقیق سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ منظرِ اسلام ومظہرِ اسلام کے جن طلبہ نے آپ سے درس لیا یا استفادہ کیا ان کا کوئی ریکارڈ نہ رکھا گیا اس لیے آپ کے تلامذہ ومستفیدین کا شمار ممکن نہیں رہا۔ لیکن یہ حقیقت تو ظاہر ہے کہ آپ کے ان گنت تلامذہ ومستفیدین آسمانِ علم وفضل کے مہر وماہ بن کر چمکے اور ان کا علمی فیض ہندو پاک اور اس کی سرحدوں کے پار بھی فضاؤں کو منور کررہا ہے۔

مفتیِ اعظم قدس سرہ کے درسی تلامذہ

مفتیِ اعظم قدس سرہ کے بے شمار تلامذہ میں سے چند کے اسمائے گرامی ذیل میں ملاحظہ ہوں :

1) محدثِ پاکستان مولانا سردار احمد رضوی ، گورداس پوری، بانی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام ، فیصل آباد، پاکستان

2) مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی، شیخ الحدیث والفقہ جامعہ نعیمیہ لاہور، پاکستان

3) مولانا مفتی حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی، بانی دارالعلوم حشمت الرضا، پیلی بھیت

4) مولانا الحاج مبین الدین امروہوی، شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ، مرادآباد

5) مولانا محمد تحسین رضا خاں رضوی محدث بریلوی، صدرالمدرسین مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا ، بریلی

6) شارح بخاری مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

7) مولانا محمد ریحان رضا خاں رضوی بریلوی، مہتمم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی

8) مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں، صدر مفتی مرکزی دارالافتا، وبانی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی

9) مولانا محمد خالد علی خاں رضوی، مہتمم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی

10) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ رضوی امجدی اعظمی، بانی وسر براہِ اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی
11) مولانا مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی، شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
12) مولانا سید عارف رضوی نان پاروی، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی
13) مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی، صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی
14) مبلغِ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی، بانی سُنّی رضوی سوسائٹی، ماریشش
15) مولانا محمد منظور احمد فیضی رضوی، بانی مدینۃ العلوم، بھاول پور، پاکستان
16) مولانا معین الدین شافعی قادری، ناظمِ اعلیٰ جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان
17) مولانا غلام جیلانی گھوسوی، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام، بریلی
18) مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی، مرکزی دار الافتا، بریلی
19) فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی، بانی مرکزِ تربیتِ افتا اوجھا گنج، بستی
20) مولانا بدر الدین رضوی گورکھپوری، صدر مدرس مدرسہ غوثیہ، بڑھیا، بستی
21) مولانا محمد یونس نعیمی، صدر المدرسین دار العلوم فیض الرسول، براؤں، بستی
22) مولانا محمد حنیف قادری، مدرس دار العلوم فیض الرسول، براؤں، بستی
23) مولانا قدرت اللہ رضوی، مفتی دار العلوم فیض الرسول، براؤں، بستی
24) مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی، مدیرِ عام الادارۃ الحنفیہ، کشن گنج، بہار
25) مولانا لطف اللہ قریشی رضوی علی گڑھی، خطیب شاہی جامع مسجد ومفتی شہر متھرا
26) مولانا نذیر احمد رضوی پنجابی
27) مولانا محمد اسماعیل رضوی پورنوی
28) مولانا بلال احمد رضوی بہاری، مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی
29) مولانا عبد الخالق نوری بہاری، مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی
30) مولانا محمد ہاشم یوسفی بہاری، مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی

31) مولانا عبدالحمید رضوی افریقی

32) مولانا احمد مقدم رضوی افریقی

33) مولانا محمد میاں رضوی بریلوی

34) قاری محمد امانت رسول پیلی بھیتی

35) مولانا سید شاہد علی رضوی رام پوری، شیخ الحدیث وناظم الجامعۃ الاسلامیہ، رام پور۔ وغیرہ (60)

افتا کے تلامذہ

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے شاگردوں میں آپ سے فتویٰ نویسی میں استفادہ کرنے والے حضرات کی تعداد کثیر ہے۔ بل کہ اگر برِ صغیر کے مفتیانِ کرام کے اسما جمع کیے جائیں تو ان میں بیش تر حضرات آپ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہوں گے۔ مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کے درسِ افتا کے چند تلامذہ کے اسماے گرامی ملاحظہ ہوں :

1) محدثِ پاکستان مولانا سردار احمد رضوی، گورداس پوری، بانی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد، پاکستان

2) مفتیِ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد رضوی، شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور، پاکستان

3) مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری، شیخ الحدیث ومفتی جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان

4) مولانا الحاج مبین الدین امروہوی، شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ، مرادآباد

5) مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی اعظمی، شیخ الحدیث ومفتی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی

6) مولانا محمد تحسین رضا خاں رضوی محدث بریلوی،
صدرالمدرسین مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی

7) شارح بخاری مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

8) مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں، صدر مفتی مرکزی دارالافتا، وبانی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی

9) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ رضوی امجدی اعظمی، بانی وسربراہِ اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، اعظم گڑھ

10) مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی، مرکزی دارالافتا، بریلی

11) مولانا مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی، شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
12) مفتی عبدالمنان اعظمی، شیخ الحدیث و مفتی شمس العلوم، گھوسی، اعظم گڑھ
13) مفتی رجب علی رضوی نان پاروی، بانی و مہتمم مدرسہ عزیز العلوم، نان پارہ، بہرائچ
14) مولانا محمد حبیب رضا خاں رضوی بریلوی، ناظم ادارہ سُنّی دنیا، بریلی
15) مولانا مفتی ابرار حسین صدیقی تلہری، مفتی جماعت رضائے مصطفیٰ ومدیرِ اعلیٰ ماہنامہ یادگارِ رضا، بریلی
16) مولانا غلام جیلانی گھوسوی، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام، بریلی
17) مفتی خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، شیخ المعقولات دارالعلوم
18) مولانا غلام یزدانی گھوسوی، صدر المدرسین جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
19) مولانا غلام یٰسین رشیدی پورنوی
20) مولانا معین الدین خاں اعظمی مدرس جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
21) مفتی محمد طاہر حسین اشرفی، مفتی رضوی دارالافتا، بریلی
22) مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی، مدیرِ عام الادارۃ الحنفیہ، کشن گنج، بہار
23) مولانا محمد حسن منظر قدیری، فاضل جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی
24) مولانا عبدالحمید رضوی، دیناجپوری
25) مفتی محمد صالح رضوی مدرس جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
26) مولانا مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی، مدرس جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
27) مولانا مظفر حسین غازی پوری، کراچی، پاکستان
28) مفتی ریاض احمد سیوانی، نائب مفتی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، بریلی
29) مفتی جلال الدین قادری، ٹانڈہ، فیض آباد
30) مفتی عبدالغفور بہاری، مدرس جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی
31) مولانا محمد انور رضوی ٹانڈوی، مفتی رضوی دارالافتا، بریلی
32) مولانا رئیس الدین رضوی پورنوی، مدرس جامعہ رضویہ مظہر اسلام، بریلی۔ وغیرہ (61)

حضرت نوریؔ بریلوی کی شہرت ومقبولیت صرف برِ صغیر ہندوپاک تک ہی محدود نہ تھی۔ بل کہ عالمِ

اسلام کے جید علما و مشائخ آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ غایبانہ طور پر آپ کی دینی و ملی، علمی و فنی خدمات اور رفعت و عظمت کے معترف اور قدرداں تھے۔ آپ کے وجودِ مسعود کو عالمِ اسلام کے لیے باعثِ برکت و رحمت اور ایک نعمتِ عظمیٰ تصور فرماتے تھے۔ چناں چہ 1391ھ/ 1971ء میں جب آپ تیسری مرتبہ حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو اس موقع پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سیکڑوں افراد آپ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ بڑے بڑے جید علماے اعلام، فضلاے کرام اور مفتیانِ عظام نے آپ کے سامنے زانوے ادب تہہ فرما کر شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آپ سے اجازتِ حدیث لی اور خلافتیں حاصل کیں۔ ان میں سے چند کے اسماے گرامی ملاحظہ ہوں :

1) مفتیِ حرم علامہ مولانا سید محمد مغربی مالکی مکی
2) شیخ العلما علامہ سید امین قطبی مکی
3) حضرت علامہ مولانا مفتی سید نور
4) استاذ العلما حضرت علامہ مولانا جعفر بن کثیر
5) حضرت علامہ مولانا عمر ہمدان مکی
6) حضرت علامہ مولانا سید عباس مالکی مکی
7) حضرت علامہ مولانا عبدالمالک
8) حضرت علامہ مولانا موزاعرقی
9) حضرت علامہ مولانا ابراہیم مدنی
10) حضرت علامہ مولانا محمد فضل الرحمن مدنی
11) حضرت علامہ مولانا سید علوی مالکی وغیرہ (62)

تدریسی خدمات کے تحت جائزہ لیتے ہوئے اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ مفتیِ اعظم قدس سرہ نے تعلیم سے فراغت کے بعد 1328ھ/ 1910ء سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکن فتویٰ نویسی کی زیادتی اور دیگر مصروفیات کے سبب آپ کا تدریسی سلسلہ تسلسل سے جاری نہ رہ سکا۔ ویسے آپ کبھی کبھار مخصوص طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ مدارس کے اساتذہ، فارغ التحصیل طلبہ اور زیرِ تعلیم طلبہ تعطیل کے دوران بریلی حاضر ہو کر آپ کے حلقۂ شاگردی میں داخل ہوتے۔ اسی طرح تبلیغی سفر کے

دوران بھی بعض علما و مشائخ آپ سے درسِ حدیث لے کر حضرت نوریؔ بریلوی کے تلامذہ میں شامل ہوکر اپنے آپ کو سعادت مند تصور کرتے۔

تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ آپ اعلا تدریسی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ درسِ نظامی کے باریک باریک اُمور پر گہری نظر تھی۔ طلبہ کو نہایت شفقت و محبت سے پڑھاتے۔ آپ کا طریقۂ تعلیم اور درسِ افتا امتیازی شان کا حامل تھا۔ آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو اس آسانی سے سمجھاتے کہ وہ طلبہ کے ذہن نشین جاتا۔ طلبہ پر نہایت مہربان تھے، انھیں شفقت و محبت سے نوازتے، انھیں وظائف دیتے اور علمِ نافع حاصل ہونے کی دعائیں دیتے تھے۔

آپ کی تدریسی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ آپ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ علمی و فقہی استفادہ کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت نہ صرف ہند و پاک بلکہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہے۔ جو ہمہ وقت دین و مذہب کی حفاظت و صیانت میں مصروف ہے۔

حواشی

(1) ماہ نامہ اعلیٰ حضرت: مفتیِ اعظم نمبر، ستمبر، نومبر 1990ء، ص 14/15

[نوٹ: مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی تاریخ ولادت سے متعلق مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''تاریخ ولادت بعض سوانح نگاروں نے 25/ جمادی الاولیٰ 1310ھ لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے، خود حضرت مفتیِ اعظم ہند نے اپنی تاریخ ولادت 22/ ذی الحجہ 1310ھ بتائی ہے۔ خود حضرت مفتیِ اعظم ہند سے یہ سننے والے آج بھی اتنے موجود ہیں کہ ان سب کو غلط نہیں کہا جاسکتا، ایک شہرت یہ ہے کہ مفتیِ اعظم کا تاریخی نام ''محمد'' ہے۔ اس طرح کہ سالِ ولادت 1892ء ہے، اور یہ حذفِ صدی 92 کا عدد آتا ہے۔ مگر قواعد اس کی تائید نہیں کرتے۔ سنہ ہجری وعیسوی میں تطابق کے جتنے قاعدے ہیں کسی قاعدے سے تطابق نہیں ہوتا۔ ہر قاعدے سے سالِ عیسوی 1893ء آتا ہے۔ نہ معلوم کیسے اسے شہرت ہوگئی۔ بہ ہر حال! 1892ء درست نہیں۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ الملفوظ میں اَعلاحضرت کا یہ ارشاد تو مذکور ہے کہ میرے بڑے بیٹے حامد رضا کا تاریخی نام ''محمد'' ہے، ان کا سالِ ولادت 1292ھ ہے............ مقام اس کا مقتضی تھا کہ اگر واقعۃً حضرت مفتیِ اعظم کا نام نامی ''محمد'' بھی تاریخی ہوتا تو اس کا تذکرہ بھی ضرور فرماتے خصوصاً جب کہ وہی جامع ملفوظات ہیں۔'']...... (شریف الحق امجدی، مفتی: مقالہ مفتیِ اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں، مشمولہ: انوارِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی، ممبئی، اکتوبر 1992ء، ص 275)...... (علاوہ ازیں کمپیوٹر سافٹ ویئر Hijri Gregorian Converter سے بھی 22/ ذی الحجہ 1310ھ کی عیسوی تاریخ 7/ جولائی 1893ء برآمد ہوتی ہے، مُشاہدؔ)

(2) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 20

(3) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 22/23

(4) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 25

(5) محمد جلال الدین قادری: محدث اعظم پاکستان، مکتبۂ نبویہ، لاہور، ج ا ص 67

(6) مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی: حیاتِ مفتیِ اعظم کی ایک جھلک، مطبوعہ بریلی، ص 6

(7) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 31/32

(8) شریف الحق امجدی، مفتی: مقالہ مفتیِ اعظم اپنے فضل وکمال کے آئینے میں، مشمولہ: انوارِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی، ممبئی، اکتوبر 1992ء، ص 276

(9) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 17/18

(10) ماہ نامہ اعلیٰ حضرت: مفتی اعظم نمبر، بریلی، ستمبر تا نومبر 1990ء ص 49
(11) محمود احمد قادری، مولانا: تذکرۂ علماے اہل سنّت، مکتبۂ نبویہ، لاہور، ص 223
(12) مطیع الرحمن رضوی، مفتی: مفتیِ اعظم مفتیِ اعظم کیوں؟، رضا دارالمطالعہ، بہار 2004ء، ص 18/19
(13) مطیع الرحمن رضوی، مفتی: مفتیِ اعظم مفتیِ اعظم کیوں؟، رضا دارالمطالعہ، بہار 2004ء، ص 20
(14) ماہ نامہ استقامت: مفتیِ اعظم نمبر، کانپور، 1983ء، ص 116/118
(15) دبدبۂ سکندری: رامپور، اگست 1928ء، شمارہ 9، جلد 6، ص 206
(16) ماہ نامہ المیزان: ممبئی، اپریل 1987ء، ص 120/122
(17) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: فتاویٰ مصطفویہ، مکتبہ رضا بریلی، ج 1، ص 207
(18) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: فتاویٰ مصطفویہ، مکتبہ رضا بریلی، ج 3، ص 194/195
(19) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: فتاویٰ مصطفویہ، مکتبہ رضا بریلی، ج 3، ص 13/14
(20) مفتیِ اعظم اور علمِ حدیث: مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری: مشمولہ جہانِ مفتیِ اعظم: رضا اکیڈمی ممبئی، ص 593/594
(21) مفتیِ اعظم کا محدثانہ منصب: علامہ ارشد القادری: مشمولہ: جہانِ مفتیِ اعظم: رضا اکیڈمی ممبئی، ص 568
(22) فتاویٰ مصطفویہ، مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، ص 32
(23) ماہ نامہ استقامت: مفتیِ اعظم نمبر، کانپور، 1983ء، ص
(24) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: الملفوظ، فیاض الحسن بک سیلر، کانپور، ص 20
(25) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: مقدمہ الاستمداد، مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، ص 2/3
(26) احمد رضا بریلوی، امام: مقدمہ دوام العیش فی الائمۃ من القریش، رضا اکیڈمی ممبئی، ص 34
(27) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: مقتلِ کذب وکید، مطبع بریلی، ص 12
(28) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: فتاویٰ مصطفویہ، اختر رضا بک ڈپو، بریلی، ج 1، ص 50
(29) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی ممبئی، ص 23
(30) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: سوراخ در سوراج، رضا اکیڈمی ممبئی، ص 76/77

(31) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، مطبع بریلی، ص52

(32) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: الملفوظ، فیاض الحسن بک سیلر، کانپور، ص18

(33) احمد رضا بریلوی، امام: مقدمہ دوام العیش فی الائمۃ من القریش، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص11

(34) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: القسورۃ علیٰ ادوار الحمرۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص18

(35) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: القسورۃ علیٰ ادوار الحمرۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص35 / 36

(36) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: القسورۃ علیٰ ادوار الحمرۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص43 / 44

(37) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: مسائلِ سماع، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص10 / 11

(38) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی ممبئی، ص7 / 8

(39) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: حجۃ واہرہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ص19 / 20

(40) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: حجۃ واہرہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ص29 / 30

(41) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: حجۃ واہرہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ص32 / 33

(42) احمد رضا بریلوی، امام: مقدمہ دوام العیش فی الائمۃ من القریش، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص38

(43) تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں، تاریخِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ: مولانا شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی

(44) حجاز: مفتیِ اعظم نمبر، دہلی 1990ء، ص106

(45) احمد رضا بریلوی، امام: مقدمہ دوام العیش، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص108

(46) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص20 / 30

(47) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص31

(48) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص41

(49) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص42 / 44

(50) احمد رضا بریلوی، امام: مقدمہ دوام العیش، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص11

(51) مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، علامہ: طرق الہدیٰ والارشاد، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص53 / 54

(52) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج1 ص40

(53) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج1 ص42

(54) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتی اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 44

(55) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتی اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 44 / 45

(56) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتی اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 46 / 47

(57) ماہ نامہ استقامت ڈائجسٹ، کان پور، مفتیِ اعظم نمبر، ملخصاً مئی 1983ء، ص 191

(58) پندرہ روزہ رفاقت: مفتی اعظم نمبر، پٹنہ، جلد ر ا، شمارہ ر 5، فروری 1982ء، ص 9

(59) مکتوب حضرت نوری بریلوی بنام محدث اعظم پاکستان محررہ 16 ر شوال 1374ھ

(60) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتی اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 58 / 64

(61) شاہد علی رضوی، سید، مفتی: مقدمہ مفتی اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج 1 ص 64 / 67

(62) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: ضمیمہ: مفتی اعظم، مطبوعہ بریلی، چھٹا ایڈیشن، ص 77

{............}

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی......اک تعارف

پیش کردہ: مفتی محمد رضا مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نام: محمد حسین

قلمی نام: محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

والد کا نام: عبدالرشید برکاتی

والدہ کا نام: خدیجہ جبن

گھر جنت: سُمیّہ ثمرین

دختران: مُصفّا میمونہ، مزکّا تسنیم

ولادت: محرم الحرام 1400ء/ دسمبر 1979ء

مقامِ ولادت: مالیگاؤں، ضلع ناشک، مہاراشٹر

تعلیمی لیاقت: ایم۔اے، ڈی۔ایڈ، پی۔ایچ۔ڈی (اردو)، یو جی سی۔نیٹ (اردو)،

دیگر تعلیمی لیاقت: 2 رسالہ خوش نویسی وخطاطی کورس، زیرِ اہتمام قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، دہلی
ڈی۔ٹی۔پی کورس

پی۔ایچ۔ڈی کا موضوع: مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ

یونی ورسٹی کا نام: ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی، اورنگ آباد، مہاراشٹر، انڈیا

نگراں کا نام: محترمہ ڈاکٹر شرف النہار صاحبہ، صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فور ویمن، اورنگ آباد، مہاراشٹر

مشاغل: سیرت، قرآنیات، احادیث، شاعری، تنقید و تحقیق، ادب اور مذہبی ادب کا مطالعہ

ملازمت: ضلع پریشد اردو پرائمری اسکول، نیاے ڈونگری، تعلقہ نان دگاوں ضلع ناشک (2002ء سے تا حال)

ادبی سرگرمیاں: ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی کو شعر و ادب میں اردو ادب سے عموماً اور مذہبی ادب سے خصوصاً دل چسپی اور شغف ہے۔ نثر و نظم دونوں اصنافِ ادب میں طبع آزمائی کرتے ۔ ہیں اردو کے اُبھرتے ہوئے عمدہ نعت گو شاعر، قلم کار اور نعتیہ ادب کے جواں سال محقق و ناقد میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔ آپ کا طرزِ تحریر انتہائی دل نشین، شگفتہ اور سلیس ہے، مذہبی، اصلاحی، سماجی، تعلیمی اور ادبی موضوعات پر اب تک درجنوں تحقیقی و تنقیدی اور تجزیاتی مضامین و مقالات نہ صرف مقامی اخبارات بل کہ ملکی و بین الاقوامی اخبارات و رسائل اور جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہی نہیں بل کہ موصوف کے کئی اہم مضامین کے دوسری زبانوں میں تراجم بھی ہوئے ہیں ۔ شاعری میں موصوف نے حمد و مناجات و دعا، نعت گوئی، سلام، اولیاے کرام کی شان میں مناقب نگاری اور مقتدر علماے کرام کے لیے نذرانۂ عقیدت کو اپنا مطمحِ نظر بنایا۔

انعامات و اعزازات: (1) بارھویں جماعت میں اردو مضمون میں ٹاپ (1997)
ایوارڈ من جانب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی، ممبئی
(2) مقابلۂ خوش نویسی میں دوم انعام (1998)
منعقدہ من جانب ادارۂ فیض القلم، مالیگاؤں
(3) تقریری مقابلے میں اول انعام (1998)
منعقدہ من جانب اے ٹی ٹی ہائی اسکول کلچرل کمیٹی، مالیگاؤں
(4) بیسٹ کیلی گرافر ان اردو (1999)
من جانب الانصار ایجوکیشنل سوسائٹی، ہزار کھولی، مالیگاؤں

(5) بی۔اے میں اردو مضمون میں ٹاپ (2002)
ایوارڈ من جانب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی، ممبئی
(6) ایم۔اے میں اردو مضمون میں ٹاپ (2004)
ایوارڈ من جانب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکیڈمی، ممبئی
(7) ایوارڈ من جانب کل ہند تنظیمِ اردو اساتذہ ناشک ڈیویژن،
برائے ادبی وتدریسی خدمات (2009) بہ دست محترم اطہر پرویز صاحب
(8) حجۃ الاسلام ایوارڈ برائے پی۔ایچ۔ڈی (2011)
من جانب تنظیم نوجوانانِ اہل سنت، اورنگ آباد
(9) بیسٹ اکیڈمک اچیومنٹ برائے پی ایچ ڈی (2011)
بہ دست محترم ڈاکٹر اے جی خان صاحب
(بی سی یو ڈی، مراٹھواڑہ یونی ورسٹی اونگ آباد)
(10) فخرِ سنیت ایوارڈ برائے پی ایچ ڈی (2011) من جانب رقیہ حجن
ایجوکیشنل سوسائٹی، مالیگاؤں بہ دست حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ
(11) وقارِ قلم ایوارڈ برائے پی ایچ ڈی (2011)
من جانب ترقی اردو ہند، شاخ مالیگاؤں و
اردو لائبریری ٹرسٹ، مالیگاؤں
(12) فیضانِ رشید ایوارڈ برائے پی ایچ ڈی، (2011)
من جانب نوجوانانِ بزمِ حق، نیاے ڈونگری
(13) اعزاز من جانب مہاراشٹر راجیہ پراتھمک شکشک سنگھ شاخ ناندگاؤں
برائے پی ایچ ڈی، (2011) بہ دست مسٹر پنکج بھجبل ایم ایل اے، ناندگاؤں

(14) توصیفی سند، سپاس نامہ و اعزاز برائے پی ایچ ڈی، (2011)
من جانب جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی
(15) مومینٹو، من جانب: جے ایم سی ٹی پالی ٹیکنک، ناسک
(16) مومینٹو، آنچل فیسٹیول، منجانب مہانگر پالیکا، مالیگاؤں
(17) توصیفی سند، برائے مقالہ نگاری، من جانب: ہماری ویب ڈاٹ کام ٹیم
(18) توصیفی سند، برائے نعت گوئی، من جانب: ہماری ویب ڈاٹ کام ٹیم
(19) عندلیبِ باغِ حجاز (نعت انٹرنیشنل ایوارڈ)، نعت اکیڈمی، کینیڈا
مطبوعات: (1) چہل حدیث مع گلدستۂ احادیث 2004ء
(2) اردو کی دل چسپ اور غیر معروف صنعتیں 2005ء
(3) لمعاتِ بخشش (نعتیہ دیوان) 2009ء
(4) تذکرۂ مجیب 2010ء
(5) عملی قواعدِ اردو 2010ء
(6) نثرِ رضا کے ادبی جواہر پارے 2011ء
(7) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی 2011ء
(8) جنگِ آزادی 1857ء کا فتوائے جہاد اور علامہ فضل حق کا قائدانہ
کردار 2011ء
(9) تشطیراتِ بخشش (شعری مجموعہ) 2011ء
(10) شادی کا اسلامی تصور 2011ء
(11) پھنس گیا کنجوس (ادبِ اطفال، مراٹھی کہانیوں کا ترجمہ) 2011ء
(12) اقلیمِ نعت کا معتبر سفیر...... نظمی مارہروی 2011ء
(13) عملی قواعدِ اردو 2011ء
(14) گلشنِ اقوال 2011ء

(15) رہنماے نظامت 2011ء
(16) خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ 2011ء
(17) جگا ڈاکو اور جادوئی غار (کہانیاں) 2012ء
(18) سلطان ٹیپو 2012ء
(19) میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علماے عرب 2012ء
(20) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 2012ء
(21) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 2012ء
(22) حضرت حفصہ بنت عمر و حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا 2012ء
(23) حضرت ام سلمہ و حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما 2012ء
(24) گل دستے (نظمیں براے اطفال) (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(25) درود و سلامِ رضا مع فرہنگ (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(26) نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(27) نعت میں حزم و احتیاط اور موضوع روایتیں (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(28) عید الفطر اجتماعیت اور اخوت کے عملی اظہار کا دن (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(29) ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی ''اردو میں حمد و مناجات'' پر چند معروضات (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(30) بدر القادری مصباحی ـ فکرِ اقبال کے حسین و جمیل مظہر (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(31) مقیم اثر بیاولی ـ نوتراشیدہ ترکیبوں کا مجتہد شاعر و نثار (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(32) علامہ حسن رضاؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(33) محدث اعظم ...... شخصیت اور شاعری (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(34) بلبلِ بستانِ مدینہ...... علامہ اختر رضا ازہری بریلوی (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(35) مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کی سعادت افروز نعتیہ و سلامیہ شاعری (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(36) مشکوٰۃ بخشش (انٹرنیٹ ایڈیشن)
(37) آسان حدیثیں اور دعائیں 2013ء

(38) مفتیِ اعظم حیات و خدمات اور نعتیہ شاعری کا تحقیقی و ادبی مطالعہ دارالاسلام، لاہور)

(39) اسلامی کہانیاں 2014ء (40) شیخ سعدی کی کہانیاں 2014ء

(41) کنجوس جوہری 2014ء (42) امیر خسروؔ 2014ء

(43) انتخابِ مولانا اسماعیل میرٹھی 2014ء

(44) علمِ دین کی اہمیت پر چالیس حدیثیں 2014ء

(45) مبلغِ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی 2014ء

(46) امیرؔ مینائی 2014ء (47) ولیؔ دکنی 2014ء

(48) داغؔ دہلوی 2014ء (49) میر تقی میرؔ 2014ء

(50) خواجہ میر دردؔ 2014ء (51) مرزا غالبؔ 2014ء

(52) فانیؔ بدایونی 2014ء (53) آتشؔ لکھنوی 2014ء

(54) مفتیِ اعظم حیات و خدمات اور نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

(55) تضمیناتِ بخشش (منتظرِ اشاعت)

(56) طرزِ رضا کی پیروی (منتظرِ اشاعت)

(57) برکاتِ بخشش (نعتیہ دیوان، زیرِ ترتیب)

(58) قطعاتِ بخشش (قطعات کا مجموعہ، زیرِ ترتیب)

(59) بول بالے مری سرکاروں کے (مناقب و قصائد کا مجموعہ، زیرِ ترتیب)

(60) مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی (حیات و خدمات: اک جائزہ) انٹرنیٹ ایڈیشن

ڈاکٹر مشاہد رضوی اور ان کے احباب کی اجتماعی آن لائن سرگرمیوں کے لیے ذیل کی لنک فالو کیجیے

www.gravatar.com/mushahidrazvi